جانوروں کی شکل میں قرآنی آیات لکھنا کیسا؟

مفسرِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث والقرآن

حضرت علامہ

مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام

صاحبزادہ سید منصور شاہ بریلوی اویسی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

الرضا لائبریری مدرسہ غوثیہ واحدیہ

محلّہ میانہ (میانوالی) 0333-9837511

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

نام کتاب

جانوروں کی شکل میں قرآنی آیات لکھنا کیسا؟

اور

ایمانِ عبد المطلب

مصنف

حضرت علامہ الحافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

ناشر

ادارہ تالیفات اویسیہ اسلامی کتب کا مرکز

ماڈل ٹاؤن بی نزد سیرانی مسجد بہاولپور

0300-6830592/0321-6820890

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ

نام کتاب :جانوروں کی شکل میں قرآنی آیات لکھنا کیسا؟

اور

ایمان عبدالمطلب

مصنف: حضرت علامہ الحافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

اشاعت دوم : 2009ء

صفحات : 64

قیمت : 35

پروف ریڈنگ : علامہ قاری محمد عابد صاحب زیدہ مجدہ (سردار آباد)

کمپوزنگ :(ڈاکٹر محمد اظہر عامر اویسی) 0322-2560448

ناشر

ادارہ تالیفات اویسیہ اسلامی کتب کا مرکز

ماڈل ٹاؤن بی نزد سیرانی مسجد بہاولپور

0300-6830592/0321-6820890

جانوروں کی تصاویر میں قرآنی آیات کیسا؟

مخدوم ملت سرمایہ اہل سنت حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی ۔ نفعنا اللہ بطول حیاتک ۔ آمین

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ......☆

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ ہمارے ہاں خطاطی کی آڑ میں بسم اللہ شریف، کلمہ پاک یا قرآن پاک کی آیات کو مختلف شکلوں میں جن میں بعض تو چرند وپرند کی ہیں اور بعض ایسے غیر جاندار کی ہیں کہ جن میں اہانت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز یا گاڑی اور کرسی وٹیبل کی شکل میں بسم اللہ شریف یا قرآن مجید کی کسی آیت کی خطاطی کرنا۔ جن میں لوگ تھوکتے، چھوٹا، بڑا پیشاب کرتے ہیں اور ان پر بیٹھتے ہیں جس میں بسم اللہ شریف اور آیہ قرآنی کی توہین ہے اور یہ وبا پھیلتی جا رہی ہے۔

گرامی قدر جناب قبلہ......☆

جب بھی کسی فتنہ نے سر اٹھایا چاہے وہ فتنہ قادیانیت ہو یا فتنہ پرویزیت، ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی کا فتنہ ہو یا مدارس دینیہ کے آرڈیننس کا فتنہ۔ الغرض کوئی بھی فتنہ ہو، علماء ومشائخ اہلسنت نے ایسے فتنوں کی سرکوبی میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ جب بھی کوئی فتنہ رونما ہوا تو علماء ومشائخ اہلسنت اس فتنہ کے سدباب کے لئے کمربستہ ہو گئے منجملہ ان فتنوں کے خطاطی کے پردے میں بسم اللہ شریف اور آیات قرآنی کو مختلف تصاویر کی صورت میں شایع کرنا بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اگر اب سے اس کی بیخ کنی نہ کی گئی تو یہ ایک بہت بڑے فتنے کی صورت میں رونما ہو گا۔

اس فتنہ کے سدباب کے لئے والد صاحب نے مجھے حکم فرمایا میں اس کے لئے کوشاں ہوں اور اس تصویر کشی و خطاطی کے متعلق ہم نے یہاں جتنے بھی ہمارے مشہور و معروف ادارے ہیں ان سے فتاوٰی لئے ہیں جن میں سے بطور نمونہ دو فتواؤں کی فوٹو کاپیاں میں آپ کی خدمت عالیہ میں بھیج رہا ہوں تا کہ آپ کو حقیقت حال کا اچھی طرح علم ہو جائے۔اور مفتی صاحبان نے درج ذیل امور کی تصریح کی ہے۔

یہ حرام ہے ایسا فعل کرنے والا استحقاق و اہانت قرآن مجید کی وجہ سے بالا جماع کافر ہو گیا۔

ایسی تصاویر بنانے، چھاپنے، چھپوانے اور ان میں تعاون کرنے والے، ارتکاب کفر میں برابر کے شریک ہیں۔ان کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح اعلانیہ کرنا ضروری ہے۔

اگر حکم شرعی پہنچنے کے بعد بھی وہ بضد ہوں تو ان کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر بچوں کو پیچھے چھوڑ کر اس کی خوب رسوائی کی جائے اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ کلام الٰہی کے ساتھ مزاح کرنے کی بناء پر کافر ہو گیا ہے۔

حکومت اور عدالت کے واسطے سے اس کو سخت سزا دلوائی جائے تا کہ دوسروں کے لئے سامان عبرت ہو۔

اس شخص مذکور پر توبہ کرنا، تجدید ایمان اور تجدید نکاح اعلانیہ کرنا ضروری ہے۔اس کو حکومت و عدالت کے ذریعے فی الفور سخت سزا دلوائی جائے۔تا کہ اس فتنہ کا سدباب ہو سکے اور آئندہ کے لئے کوئی بھی ایسے شنیع کام کا ارادہ نہ کرے۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ وباء عام ہو جائے گی۔

کیونکہ ایسی صورتیں بارہا پیش آ چکی ہیں جیسے جوتیوں اور پہننے کے کپڑے پر بسم اللہ شریف اور کلمہ پاک پرنٹ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس فتنہ کے سدباب کے لئے ہم یہ فتوٰی آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں کیونکہ آپ سرمایہ اہلسنت ہیں اور آپ کے ادارہ کو اہلسنت کے مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ برائے

مہربانی یہ ذرا جلدی عنایت فرمایئے گا۔ہم آپ کے بہت مشکور و ممنون رہیں گے۔مہربانی میری طرف سے اور والد صاحب کی طرف سے سلام قبول ہو۔ فقط والسلام

الراقم:......پیر سید غلام رضوانی شاہ جیلانی

جیلانی ہاؤس مکلی، ٹھٹھہ سندھ 03-08-2002

۱۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسائل میں کہ اسمائے باری تعالیٰ، آیات قرآنیہ خصوصاً تسمیہ کو تصاویر میں خطاطی کرنا کیسا ہے۔

۲۔قرآن مجید کو ایسی تصاویر میں خطاطی کرنا استحقاق قرآن حکیم ہے یا نہیں۔اگر توہین و استحقاق قرآن مجید ہے تو اس کا کیا حکم ہے اور اس گستاخی کرنے والے کو شرعاً اور قانوناً کیا سزا ملنی چاہیے۔

۳۔اگر ایسی حرکت کرنے والا کفر کا مرتکب ہوا ہے تو اس کے نکاح کا حکم کیا ہے۔اور اسے تجدید ایمان و نکاح اعلانیہ کرنا چاہیے یا خفیہ۔

۴۔اس شنیع کام کے مرتکب کی گزشتہ نمازوں، حج و دیگر عبادات کا کیا حکم ہے؟ اگر اس کے بعد بھی امامت کرتا ہے تو اس کی امامت و خطابت کا کیا حکم اور اس گستاخی کے سرزد ہونے کے بعد لوگوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس فعل کا مرتکب ہوا ہے اس کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔

۵۔ایک شخص نے اپنی کتاب میں یہ تصاویر چھپوائی ہیں۔ایسی تصاویر بنانا، چھاپنا، چھپوانا یا کسی بھی طرح اس میں معاونت کرنا گناہ میں معاونت کرنے کے برابر ہیں یا نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں مذکورہ بالا تمام سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔

الحمد لله العلیٰ العظیم الکبیر والصلوٰة والسلام علی حبیبه الکریم البشیر النذیر۔

صورت مسئولہ میں متعدد کفریات وحرام امور کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

ا۔ تصویر حرام ہے۔

۲۔ استحقاق اسماء الٰہی اور قرآن کفر اور حرام ہے۔

۳۔ آیات قرآنیہ کو کھیل تماشہ بنانا

۴۔ بالخصوص بسم اللہ شریف کو کھیل تماشہ بنانا

۵۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے مذاق وتمسخر کرنا ابلیس کی طرف سے دھوکہ ہے کہ وہ زہر ملا کر شہد پلاتا ہے۔

۶۔ یہ تمام امور حرام اور کفر ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے ارادہ پر مذکورہ بالا امور کا ارتکاب ڈبل کفر ہے۔

ان تمام امور کو مفصل لکھا جائے تو ایک ضخیم تصنیف تیار ہو مختصر امعروضات حاضر ہیں۔

ا۔ جاندار کی تصویر

فوٹو حرام اشد حرام ہے۔ اگر چہ دور حاضرہ کے ٹیڈی مجتہدین نے موجودہ صورت کی تصویر۔ فوٹو کو حلال اور جائز قرار دیا ہے۔ اور صریح احادیث مبارکہ کی ایسی تاویلات فاسدہ گھڑی ہیں کہ جنہیں سن کر شیطان ابلیس بھی حیران ہے۔ ان ٹیڈی مجتہدین کی اس حرکت سے دو مقصد عیاں ہیں۔

ا۔۔۔۔۔ عوام کی خوشنودی (ان الدین یسر) کی نوید سنا کر ایسی حرکت کی کہ جس سے نہ خدا راضی نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ ابلیس بغلیں دبا رہا ہے۔

۲۔۔۔۔۔ فوٹو وتصویر کے جواز کے فتوئی سے ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں کہ ٹی۔وی اور ویڈیو کے ذریعے خوب چرچا ہوگا نہ صرف اپنے ملک میں مفت کی شہرت حاصل ہوگی بلکہ جملہ ممالک میں واہ۔ واہ وصول ہوگی۔

اس تصویر پر اور فوٹو کی حرمت میں امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کا رسالہ حرمتہ تصویر خوب ہے ان کے فیض وبرکت سے فقیر کے تین رسالے مطبوعہ ہیں۔

ا۔ اسوء التعزیر مع تصویر کے احکام......☆

۲۔ فوٹو تصویر اور ویڈیو کی حرمت......☆

۳۔ ڈش اور کیبل کی تباہ کاریاں......☆

۳۔۔۔۔۔ استخفاف یعنی تحقیر اسماء الٰہیہ اور قرآن پاک شدید ترین کفر اور سخت عذاب کا موجب (اگر توبہ کر کے نہ مرا) اس پر تفصیل کی ضرورت نہیں جسے ذات حق کی کبریائی ذہن میں ہے اس کا تو استخفاف حق سے کلیجہ جائے گا۔ فقہ کی مشہور کتاب بزازیہ میں ہے۔

اذا وصف الله تعالیٰ بمالا یلیق به او مسخر باسم الله تعالیٰ رو با حرمن او امرالله تعالیٰ او انکر وعده و وعیده قصه کفر (بزاز علی ہامش الہندیہ ص ۲۲۳ ج ۶)

۳۔ آیات قرآنیہ یا صرف (آیہ) بسم اللہ شریف کے ساتھ تمسخر وتحقیر کا حکم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے تمسخر کا بھی وہی حکم جو مذکور ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جولوگ ایسے برے امور سے اجر وثواب کا تصور رکھتے ہیں تو یہ دراصل شیطان کی شرارت ہے یہ اس کا انسان کے ساتھ زبردست دھوکہ ہے اور انسان کو دشمن تو ہے ہی اسی لئے وہ شہد میں زہر ملا کر تباہ وبرباد کرتا ہے شیطان کے امر میں نفس کی حمایت آگ پر تیل ڈالنے والا معاملہ ہوجاتا ہے کیونکہ نفس شیطان سے بھی زیادہ انسان کا بدترین دشمن ہے اسی لئے امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تونے دیکھے ہیں چندرانے والے

اور حدیث شریف میں ہے......☆

اعدیٰ عدوك نفسك التی بین جنبك

تمہارے لیے سب سے بدترین دشمن تمہارا اپنا نفس ہے۔

جس نے کفریات اور حرام امور کا ارتکاب کیا ہے وہ کافر اور سخت مجرم ہے اس پر توبہ واجب ہے اگر بلا توبہ مرگیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا جب تک توبہ نہ کرے وہ کافر رہے گا اگر شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام رہے گی توبہ کے بعد تجدید نکاح بھی ضروری ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام توبہ نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔

ہاں سچے دل سے توبہ کرلے تو پھر اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا نہ برتاؤ کرنا چاہئے۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

الفقیر القادری ابوالصالح
محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

☆......مسئلہ......☆

کیا فرماتے ہیں علماء ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ان صورتوں میں بنا کر لکھنا کیسا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاندار کی صورت بنانا حرام ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مختلف جانوروں کی صورت میں بنا کر لکھنا اور کسی تصویر میں لفظ اللہ کو خرگوش کے کان بنانا اور کسی تصویر میں لفظ اللہ کو ہاتھ کی انگلیاں بنانا اور کسی تصویر میں پرندے کے پر بنانا اللہ تعالیٰ کے نام کو بگاڑنا ہے قرآن مجید میں ہے

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔ (الحجرات ۱۱)

اور کسی کے نام کو بگاڑنا اس کی بداہتہ توہین ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کو اس طرح لکھنا کہ جس کو اس نے حرام قرار دیا ہے یہ بھی اس کی توہین ہے۔ نیز اس میں قرآن مجید کی صورت بسم اللہ الرحمن الرحیم کو کھیل بنایا ہے اور قرآن مجید کی کسی بھی آیت کو کھیل بنانا اور اس پر تصویر بنانے کی مشق کرنا، یہ بھی قرآن مجید کی توہین ہے۔ سو جس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ان مختلف پرندوں کی شکل میں لکھا ہے وہ متعدد وجوہ سے اللہ تعالیٰ کے اسم جلالت اور قرآن مجید کی آیت کی توہین کا مرتکب ہوا۔ سو ایسا شخص حسب تصریحات فقہاء کفر کا مرتکب ہوا۔ اس پر مطلقاً تصویر گری اور خصوصاً ایسی تصویر گری سے توبہ کرنا واجب ہے۔ وہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر ایمان لائے اور شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی اس پر لازم ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے

اذا وصف اللہ تعالیٰ بمالا یلیق به او مسخر باسم من اسماء الله تعالیٰ
او بامر من اوامره او ان کرو عده او وعیده یکفر

(فتاویٰ بزازیہ علی حامش الہندیہ ج۶ص ۳۲۳، فتاویٰ تاتارخانیہ، ج۵ص ۴۶۱)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے متصف کیا جو اس کے لائق نہ ہو یا اس کے کسی نام یا حکم کا مذاق اڑایا یا اس کے وعدے یا وعید کا انکار کیا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

واللہ ورسولہٗ اعلم بالصواب...... محمد اسماعیل قادری نورانی غفرلہٗ

☆......الجواب صحیح......☆

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ......☆

عزیزم مولانا حافظ قاری محمد اسماعیل زید مجدہ نے استفتا کا جس انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا وہ بالکل صحیح ہے نیز یہ کہ آئندہ پیدا ہونے والے فتنوں کی راہ کو اس طرح بند کیا ہے کہ آئندہ کوئی قرآن وحدیث اور دین کے مسلم مسائل کو بازیچہ اطفال بنانے کی جرات نہ کر سکے۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح احقر جمیل احمد ۔۔۔۔۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

......☆فتویٰ نمبر ۳☆......

الاستفتاء......☆

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم کی اس طرح خطاطی کرنا کہ کسی جانور کی تصویر بن جائے یعنی جانور کی صورت میں اس کی خطاطی کرنا کیسا ہے؟ ایسے خطاط کے لئے کیا حکم ہے؟

۲۔ اور جو شخص اسے اپنی کتاب میں چھپوائے وہ بھی اس کے ساتھ گناہ میں برابر شریک ہے یا نہیں؟

۳۔ اور پھر اس کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

۴۔ اور اگر یہ شخص کفر کا مرتکب ہوا ہے تو تجدید ایمان ونکاح اعلانیہ کرنا ہوگا یا خفیہ ہی کافی ہوگا؟

۵۔ نیز اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ یعنی گزشتہ وآئندہ نمازوں کا کیا حکم ہے؟

۶۔ اور اگر وہ اپنے اس فعل کو غلط نہ مانے اور اسے کار ثواب جانتا ہو اور اس کے جواز پر ہی مصرر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: سید غلام رضوانی جیلانی، جیلانی ہاؤس، مکلی ٹھٹھ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس الجواب:

"اللہ عزوجل پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے سخت ترکید یعنی فریب ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے۔

"والعیاذ باللہ رب العالمین"

(فتاویٰ رضویہ، جلد (۱۰)، کتاب الحظر والاباحۃ، ص ۱۶۹، مطبوعہ: ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، طباعت بار اول ۱۹۸۸ء)

جاندار کی صورت میں قرآن کی خطاطی کرنے اور کرانے، چھاپنے اور چھپوانے والوں نے گمان کیا کہ وہ قرآن مجید کا حق محبت بجالا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کو راضی کر رہے ہیں حالانکہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی صریح نافرمانی کر رہے ہیں اور اس پر پہلے ناراض ہونے والے اللہ تبارک وتعالیٰ وسید عالم ﷺ ہیں۔

۱۔ جاندار یا ایسی اشیاء جو انسان اپنے مصرف میں لاتا ہے اور ان میں حقارت کا پہلو پایا جائے جیسے جوتا وغیرہ، کی صورت میں قرآن کریم یا اس کے کسی جزء کی خطاطی کرنا، کرانا، چھاپنا اور

چھپوانا سب حرام ہے کیونکہ جاندار کی تصویر بنانا خود حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ان اشد الناس عذابا عند الله المصورون

(صحیح البخاری، جلد ٤ کتاب ٧٧ اللباس، باب ٨٩ عذاب المصورین یوم القیمة، ص ٧٥، حدیث ٥٩٥، مطبوعة دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ١٤١٩ھ ١٩٩٨ء)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

امام اہل سنت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں "صورت گری جاندار مطلقاً حرام است لا جرم علما تحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ رحمة الباری درمرقات۔

فرمودہ......☆

قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید۔ المذکورة فی الاحادیث الخ"

(فتاویٰ رضویہ، جلد (۱۰) کتاب الحظر والاباحۃ، ص۲۷، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی، سال طباعت ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء)

یعنی جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے۔ علماء کرام نے تحریم مطلق کی تصریح فرمائی ہے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں علماء میں سے ہمارے اصحاب (احناف) اور ان کے

غیر نے کہا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام شدید التحریم ہے اور وہ کبائر میں سے ہے کیونکہ اس پر سخت وعید آئی ہے جو احادیث میں مذکور ہے۔

جب جانور کی تصویر کو فقہا کرام نے حرام شدید التحریم لکھا ہے تو قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ جو کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا جزء ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے......☆

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ (النمل)

ترجمہ: بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنزالایمان)

یا اسماء الٰہیہ کو کسی بھی حیوان کی صورت میں خطاطی کرنا اشد حرام ہے۔ اور ایسا کرنا حق کو باطل سے ملانا ہے جو کہ حرام ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے......☆

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرة ٤٢)

ترجمہ:......اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔ (کنزالایمان)

اور قرآن کریم کو کسی جاندار کی صورت میں اسی طرح ایسی اشیاء کی صورت میں جو انسان اپنے مصرف میں لاتا ہے اور اس میں تحقیر کا پہلو ہوتا ہے ان میں قرآن کریم کی خطاطی کرنا استخفاف بالقرآن ہے اور استخفاف بالقرآن حرام وکفر ہے۔

چنانچہ امام ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اعلم ان من استخف بالقرآن او المصحف او بشئی منه فهو کافر عند اهل العلم باجماع ملخصاً (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ جلد (۲)،

القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فيمن استخف بالقرآن او المصحف الخ، ص ١١٠، مطبوعة دار الكتب العربی، بیروت ١٤٠٤ھ، ١٩٨٤ء)

یعنی جان لے بے شک جس نے قرآن یا مصحف، یا قرآن کے کسی جزء کی تحقیر کی پس وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔

قرآن میں ہے......☆

﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حٰمٓ السجدة)

ترجمہ......☆ بے شک وہ عزت والی کتاب ہے باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

(کنز الایمان)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری لکھتے ہیں......☆

استخف بالقران : تهاون تعظيمه و توقيره

(نسيم الرياض، جلد (4)، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل : فيمن استخف بالقران الخ، ص 554 مطبوعة دار الکتب العربی، بیروت)

یعنی استخفاف بالقرآن کا معنی ہے اس کی تعظیم وتوقیر کو حقیر جاننا۔

اور جس قول وفعل میں بھی قرآن کی سوادبی یا تحقیر پائی جائے وہ فعل حرام ہوگا اسی لئے دف یا تازیانہ کی ضرب پر قرآن پڑھنا حرام ہے اگرچہ اوقات سرور میں چند شرائط اور قیود کے ساتھ دف بجانا جائز ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں......☆

"اوقات سرور میں دف بجانا جائز ہے بشرطیکہ جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں نہ وہ موسیقی کے تال سم پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع ہے۔ كما فی رد المحتار"

(فتاویٰ رضویہ، جلد (١٠)، کتاب الحظر والاباحة لهو و لعب (١١) کھیل تماشہ الخ، اوقات سرور میں دف بجانا، ص ٤٦١، مطبوعہ: ادارہ تصنیفات امام احمد رضا)

اور اس دف کی ضرب پر قرآن پڑھنا جس کا شرعی حکم ذکر کیا گیا، حرام ہے کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی اور تحقیر ہے اور فقہائے کرام نے اس فعل کے مرتکب کو کافر قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں......☆

واذا قرا القران على ضرب الدف او القصب فقد كفر

(الفتاوىٰ التاتار خانية، جلد (٥)، كتاب احكام المرتدين، فيما يتعلق بالقران، ص ٤٩١، مطبوعة اداره القران والعلوم الاسلامية كراچی، الطبعة الاولىٰ ١٤١٦ھ

اور علامہ حافظ الدین محمد بن شہاب ابن البزازحنفی متوفی ٨٢٧ھ لکھتے ہیں قرا القران على ضرب الدف والقضيب يكفر لا ستخفافه و ادب القران ان لا يقرا فی مثل هذه المجالس

(فتاوى بزازية برحاشية الفتاوى الهندية جلد (٦)، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا او خطاء الفصل التاسع فيما يقال فی القرآن والاذكار والصلاة، ص ٣٣٨، مطبوعة: دارا المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ، ١٩٧٣ء

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں......☆

اذا قرا القران علی ضرب الدف والقصب فقد کفر.

(فتاوی ھندیة، جلد (۲)، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر، نوع: یتعلق بالقران، ص ۲۶۷، مطبوعة: دارا المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۳ء)

یعنی جس نے دف اور تازیانہ پر قرآن پڑھا وہ تحقیر یا اہانت قرآن کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور ادب قرآن یہ ہے کہ قرآن ایسی مجالس میں نہ پڑھا جائے۔

شرائط وقیود کے ساتھ بجائے گئے دف، جو شرعاً جائز ہے، اس کی ضرب پر قرآن پڑھا تو پڑھنے والا کافر ہو گیا۔ تو جاندار کی تصویر بنانا جو کہ شرعاً حرام ہے اس کی صورت میں قرآن لکھنے سے لکھنے والا کیسے کافر نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ بطریق اولیٰ کافر ہوگا۔ کیونکہ اگر ضرب دف پر قرآن پڑھنا استخفاف بالقرآن ہے تو جاندار کی تصویر کی صورت میں یا انسان کے مصرف میں آنے والی اشیاء جن میں تحقیر واہانت پائی جائے، کی صورت میں قرآن لکھنا بطریق اولیٰ استخفاف بالقران ہے اور استخفاف بالقرآن کفر ہے۔

اسی طرح مزاح جو جھوٹ نہ ہو اور اس میں کسی کی تحقیر وتذلیل نہ ہو اور کسی کی دل آزاری نہ ہو وہ ممنوع نہیں۔ اس مزاح میں قرآنی آیت کو داخل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب العروف بابن البزاز الکردری الحنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں......☆

ادخال آیة القران فی المزاح کفر لانه استخفاف به

(فتاوی بزازیة برحاشیة الفتاوی الهندیة جلد (۶)، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا او خطاء الفصل التاسع فیما یقال

فی القرآن والاذکار والصلاة، ص ۳۳۸، مطبوعة: دارا المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۳ء)

یعنی آیت قرآن کو مزاح میں داخل کرنا کفر ہے کیونکہ ایسا کرنا استخفاف بالقرآن ہے۔

جب غیر ممنوع مزاح میں قرآن پاک کی آیت داخل کرنے والا کافر ہے تو قرآن سے ممنوع خطاطی کرنے والا بطریق اولیٰ کافر ہوگا لہٰذا ایسا کرنے والے پر تجدید ایمان لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔

۲۔ خطاط یا کاتب ایسی خطاطی یا کتابت کر کے قرآن کریم کی تحقیر کا مرتکب ہو کر کافر ٹھہرا اور اسے چھاپنے چھپوانے والے اس کی اشاعت میں تعاون کر کے اس کے ساتھ اس گناہ وعدوان میں شریک ہوئے ہیں ان کا حکم بھی وہی جو خطاط وکاتب کا ہے۔

قرآن میں ہے......☆

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ (المائدة ۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (کنزالایمان)

اور جس کام سے منع کیا گیا اس کو کرنا عدوان (زیادتی) ہے۔ (خزائن العرفان)

لہٰذا شریعت میں جاندار کی تصویر بنانے سے منع کیا گیا ہے اور خطاط نے اس کا ارتکاب کر کے زیادتی کی پھر قرآن کے ادب وتکریم کا حکم ہے اس نے جاندار اور استعمال میں آنے والی اشیاء کی صورت میں مثلاً جوتا اور اس قسم کی چیزیں قرآن کریم کی خطاطی کی تو وہ سوء ادبی اور تحقیر کا مرتکب ہوا۔ اور چھاپنے چھپوانے والے نے اسکے ساتھ گناہ وعدوان (زیادتی)

میں تعاون کیا جس کی ممانعت مذکورہ آیت میں فرمائی گئی، اس لئے جان بوجھ کر تعاون کرنے والا بھی اس کے ساتھ گناہ اور اس کے حکم میں برابر کا شریک ہے۔

۳۔ اس کی خرید و فروخت شرعاً حرام ہے۔

۴۔ گناہ اگر اعلانیہ ہو تو توبہ اعلانیہ کرنا لازم ہوگی خفیہ توبہ یعنی تجدید ایمان معتبر نہ ہوگا۔

۵۔ جب تک توبہ نہ کریں، اقتداء ہرگز ہرگز جائز نہیں جس نے بھی اس عرصہ میں اقتداء کی ہو اسے اپنی نمازیں لوٹانی ہوں گی۔

۶۔ حرام کام کر کے اس پر ثواب کی نیت یہ ظلم پر ظلم ہے اور اگر وہ نہ مانے، چاہے عالم یا مفتی کیوں نہ ہو، اس کے کفر کی تشہیر کی جائے اور اس کی تذلیل کی جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کرے اور لوگ اس کے کفر پر مطلع ہو کر اس کی تحریر اور تقریر سے متاثر نہ ہوں اور اس کی اقتداء میں نمازیں نہ پڑھیں اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے ساتھ سلام و کلام ترک کردیں تا آنکہ وہ تائب ہو جب تک وہ توبہ نہ کرلے یہ سلسلہ جاری رکھا جائے اور اگر وہ تائب ہو جائے، پھر اس کی تذلیل بالکل نہ کی جائے کیونکہ کسی بھی مسلمان کی تذلیل و تحقیر حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی

الاثنین، ۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ جولائی 2002ء

ایمان عبدالمطلب

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد! حضرت عبدالمطلب کا ایمان و کفر ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ منکرینِ کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ نہ صرف آپ کو بلکہ حضور سرورِ کونین ﷺ کے والدین کریمین اور تا آدم آپ کے اکثر آباء و امہات کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں (معاذ اللہ) اہلِ سنت ان تمام حضرات کو مؤمن و جنتی مانتے ہیں۔ اور الحمد للہ اس موضوع پر ضخیم کتابیں و رسائل لکھیں اور لکھ رہے ہیں۔ یہ اختلاف بھی ایک اصول پر مبنی ہے ”وہ یہ کہ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا نور مبارک جملہ عالمین سے پہلے پیدا ہوا۔ اور وہی نور مبارک پاک پشتوں اور مقدس ارحام میں منتقل ہوتا رہا؛؛ اور مخالفین نہ اس نور کے قائل ہیں اور نہ اس انتقال کے۔ ان کی یہ لاعلاج بیماری ہے۔ ہم الحمد للہ اپنے مذکورہ عقیدہ کے مطابق حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مؤمن اور جنتی مانتے ہیں۔ اور دیگر آباء و امہات الیٰ آدم و حواء کو بھی۔ کیونکہ جہاں اس نورِ اول کا قیام رہا اس پر آتشِ جہنم حرام ہوگئی

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دورِ حاضرہ میں بے ادبی و گستاخی کے لاعلاج مرض سے کئی اور بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ان میں ایک یہ کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے نسبی بزرگوں کو کافر ثابت کیا جائے (معاذ اللہ) اس زد میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔فقیر ان کے ایمان ثابت کرنے کے لئے یہ رسالہ ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ

مقدمہ

ملکِ عرب کی اطراف میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے اور پیچھے مختلف انبیاء آتے رہے۔جن میں سے بعض کا ذکر قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ان میں سے دو یعنی حضرت ہود علیہ السلام جو قومِ عاد کی طرف مبعوث ہوئے (جو احقاف علاقہ یمن میں آباد تھی) اور حضرت صالح علیہ السلام جو قوم ثمود یا عاد ثانی کی طرف مبعوث ہوئے (جو مدینہ کے شمال میں علاقہ حجر میں آباد تھی) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں۔اور دو یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جن کا بعض روایات سے اہلِ یمن کی طرف مبعوث ہونا معلوم ہوتا ہے۔اور حضرت شعیب علیہ السلام جو مدین میں (جو حجر کے مغرب کی طرف ہے) مبعوث ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آئے۔درمیانی حصہ یا حجاز ہمیشہ خالی رہا ہے۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکہ میں تشریف لانے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں چھوڑ جانے سے مذہبِ ابراہیمی کی یادگاریں یہاں مستقل طور پر قائم ہوئیں۔انبیائے بنی اسرائیل کے زمانہ میں عرب میں بت پرستی انتہاء درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے یمن کی ایک ملکہ کو توحید کی تعلیم پر قائم کیا۔بعثتِ نبوی سے قریب کے زمانہ میں یہودی ملکِ عرب میں آکر آباد ہوئے۔غالباً یہ وہ زمانہ تھا جب پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر یہود کی بربادی کے درپے ہوا۔اسی کے ظلم سے تنگ آکر

اور کسی قدر اس لئے بھی کہ آخری نبی کے عرب سے ظہور کی پیشین گوئیاں ان میں شائع اور عام تھیں۔ان لوگوں نے عرب کو اپنا مسکن بنایا اور ''خیبر'' یہودیوں کی خالص آبادی ہوگیا۔ جب ان کی قوت یہاں مضبوط ہوگئی تو انہوں نے اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا۔یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی سو سال بیشتر یمن کے بادشاہ ''ذونواس'' نے یہودیوں کا مذہب اختیار کیا اور اس زمانہ میں بادشاہت کے رعب سے کچھ جبر و تشدد سے یہودی مذہب کا خاصہ غلبہ ملکِ عرب میں ہوگیا۔مگر باوجود ساری کوششوں کے عرب کی آبادی ویسی کی ویسی ہی بت پرستی میں مبتلا رہی۔اور یہودی مذہب کا اثر چند دن زور پکڑ کر آخر پھر حالت تنزلی کی طرف لوٹ گیا۔اور عرب کے لوگوں کا قومی مذہب وہی رہا جو یہود کی آمد اور ان کی تبلیغ سے پہلے تھا۔

دوسری بڑی کوشش (جو آنحضرت ﷺ کے قریبی زمانہ میں ملکِ عرب کی اصلاح کے لئے ہوئی) عیسائیوں کی کوشش تھی۔عیسائی عرب میں تیسری صدی میں آنا شروع ہوئے۔سب سے پہلے نجران میں انہوں نے سکونت اختیار کرکے تبلیغی جدوجہد شروع کی۔عیسائیوں کی کی کوششوں کو دو طرف سے بڑی قوت پہنچی تھی۔ایک حبش کی طرف سے جہاں قومی اور شاہی مذہب عیسویت تھا دوسرے شمال میں رومن امپائر کی طرف سے جس کا شاہی مذہب چوتھی صدی عیسوی کی ابتداء میں ہی عیسائی ہوچکا تھا۔اور اس کے ساتھ ہی کثرت سے لوگ عیسائی مذہب میں داخل ہوگئے تھے۔اس اثر اور خود عیسائی مبلغین کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجران کے اکثر باشندوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا دوسرے قبائل میں جیسے حمیر۔تسان ربعیہ، تغلب وغیرہ اور حیرہ (جو عراقِ عرب سے ملتا ہے) میں معدود (چند) اشخاص نے عیسائی مذہب اختیار کیا مگر کوئی بڑی کامیابی عرب کے اندر عیسائی مذہب کو حاصل نہ ہوئی۔پس عیسائی مذہب کی کوشش بھی ملکِ عرب میں اصلاح کرنے کے کام میں بالکل ناکام ثابت ہوئی۔

تیسری وجہ ''مذہبی تحریک'' جو عرب کی اصلاح کے لئے ہوئی۔وہ ایک اندرونی تحریک تھی۔اسلام کے ظہور سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک فرقہ پیدا ہوا جس کو ''حنیف'' کہتے ہیں۔یہ لوگ نہ عرب کی بت پرستی پر قائم تھے اور نہ ہی یہودیت یا نصرانیت کے پیرو تھے وہ صرف ایک خدا کے پرستار تھے۔اور اس سے زیادہ رسوم و رواج کی اصلاح سے ان کو کوئی

تعلق نہ تھا۔اس میں شک نہیں کہ بعض لوگ (جن کے دلوں میں اس وقت بت پرستی سے
نفرت پیدا ہوئی) عیسائی مذہب میں بھی داخل ہوئے جیسے ''ورقہ بن نوفل'' جو حضرت خدیجہ
کے چچازاد بھائی تھے اور ''عبداللہ بن جحش''۔ مگر ان کے بڑے حصے کو یہودیت اور نصرانیت
مطمئن نہ کرسکی۔ان لوگوں میں سے زید بن نفیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں اور امیہ
بن ابی الصلت جو ایک مشہور شاعر اور طائف کا رئیس تھا۔مگر اس بات کی شہادت ملتی
ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی لوگ تھے۔اور گو یہ لوگ تبلیغ کے لئے کوئی خاص جوش نہ رکھتے
تھے مگر اس میں بھی کچھ شک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بت پرستی کو اعلانیہ ناپسند کرتے۔اور توحید
کو (جسے وہ دینِ ابراہیمی قرار دیتے تھے) علی الاعلان صحیح مذہب قرار دیتے تھے۔
دیگر رسوم ورواجات سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا۔اور صرف بت پرستی کی جگہ توحیدِ الٰہی کا اقرار
اس کی اصل غرض تھی۔مگر عرب کے مذہب میں اس تحریک سے اتنا تغیر بھی پیدا نہ ہوا جس
قدر عیسائیت سے۔بلکہ جس طرح عیسائیت کی تحریک یہودیت سے کمزور ثابت ہوئی اسی
طرح یہ دینِ حنفی کی تحریک عیسائیت سے بھی بہت کمزور ثابت ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کے ظہور سے پہلے تین متفرق تحریکاتِ مذہبی کے لئے (جن سب
کی غرض ملک وقوم کی اصلاح تھی) اسباب کا پیدا ہونا اور پھر ان تینوں کا بعض حالتوں میں
صدیوں تک کام کرکے؛ اور ہر قسم کے سامان حتیٰ کہ سلطنت کے رعب تک موجود ہوتے
ہوئے ناکام رہنا؛ اور پھر ان تینوں کے مدِ مقابل فردِ واحد کا تنہائی کی حالت میں اٹھنا؛ اور
بے کسی کی حالت میں چھوڑے جانا؛ اور آخرِ کار چند سال کے عرصہ میں ملکِ عرب کے نہ
صرف مذہب کو؛ بلکہ اس کے عادات واطوار واخلاق وحالات سب کو ایسا بدل دینا کہ گویا اس
ملک کی کایا ہی پلٹ دی؛ ایک ایسا حیرت انگیز امر ہے جس کی اور کوئی نظیر تاریخ عالم پیش
کرنے سے عاجز ہے۔یہودیوں کا بنی اسماعیل یا عرب کے لوگوں کے ساتھ بھائی بھائی
ہونے کا تعلق تھا۔ان کی زبانیں ان کی عادات بہت کچھ باہم ملتی جلتی تھیں۔ابوالانبیاء
حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو دونوں قومیں یکساں عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔یمن کے

بادشاہ تک نے یہودیوں کے دین کو قبول کرلیا۔ظاہری اسباب اس سے زیادہ مہیا ہو چکے تھے
کہ ملک عرب سارے کا سارا اس اثر کے نیچے یہودیوں کے دین کو قبول کرلیتا۔مگر یہ تمام
اسباب ملکِ عرب کی حالتِ عامہ میں کوئی تغیر پیدا نہ کرسکے۔اس کے بعد عیسائیت آئی اور
ایک نیا پیغام لے کر آئی۔اور اس کی فرضی توحید کچھ کچھ عرب کی فرضی توحید سے ملتی تھی۔جس
قسم کی بت پرستی ان میں مروّج تھی اسی قسم کی یونانی بت پرستی کے اثر کے نیچے عیسائیت کے ''
عقیدہ تثلیث'' نے پرورش پائی تھی۔اور موجودہ عیسائیت کے اصل بانی ''پولوس'' نے انبیائے
بنی اسرائیل کی توحید پر بت پرستی کا ایسا رنگ چڑھا دیا کہ بت پرست قومیں گروہ در گروہ اس
دین میں داخل ہونا شروع ہوگئیں تھیں۔پھر عیسائیت میں شریعت کی پابندی کی کوئی قید نہ تھی
اور عرب کی طبائع بھی قیودِ شرعی کی پابند نہ ہونے کی وجہ سے اور ہر قسم کی عیاشی میں پڑ جانے
سے عیسائیوں کی طرح ہی اباحت پسند ہو چکی تھیں۔اور یوں عرب کے لوگوں کے لئے
عیسائیت سہل ترین مذہب تھا۔علاوہ ازیں اوپر سے ایک عظیم الشان عیسائی سلطنت روما کا اثر
اور عرب قوموں کا (جو عرب شام میں رہتی تھیں) اس دین کو قبول کرلینا۔یمن کی طرف سے
عیسائی شاہانِ حبش کا اثر یمن کے ایک حصہ کا عیسائی ہوجانا۔بلکہ حیرا اور غستان کی سلطنتوں پر
بھی عیسائیت کا غالب آجانا۔یہ وہ نہایت ہی قوی اسباب تھے جو شاید ہی کبھی کسی مذہب کی
تائید میں مہیا ہوئے ہوں۔اور ان اسباب کے ماتحت عرب کا عیسائی ہوجانا چند دن کا کام
معلوم ہوتا تھا۔مگر سوائے عرب کی شراب خوری، قمار بازی اور مرد وعورت کے معیوب
تعلقات کو بڑھانے کے اور کسی مذہب کا اثر بحیثیتِ مجموعی ملکِ عرب پر نہیں ہوا۔ان دونوں
کے بعد تیسری تحریک جو ''حنفیت'' کے نام سے موسوم ہے اندرونی تحریک تھی۔اور عرب کے
رسوم ورواجات کے اندر کسی قسم کی تبدیلی کرنا اس کی غرض نہ تھی؛ بلکہ اہلِ عرب کو صرف بت
پرستی سے نکال کر خالص توحید پر قائم کرنا اس کا مقصد تھا۔اگرچہ اس کے لئے عرب کی آب د

ہوااس قدر بھی موافق ثابت نہ ہوئی جس قدر یہودیوں اور نصرانیت کے لئے ہوئی تھی۔اور یہ تحریک سب سے کمزور ثابت ہوئی۔شاید اس کی یہ وجہ تھی کہ اس کی پشت پر کوئی ایسی دنیوی طاقت نہ تھی جیسی یہودیت اور نصرانیت کی پشت پر تھی۔ملکِ عرب کی اسی خطرناک گناہ کی غلامی کی حالت کی طرف آیت قرآنی میں اشارہ ہے(لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا (سورۃ البنیہ پ۳۰) یعنی اہل کتاب اور مشرک سب کے سب اس قدر گناہ کی غلامی میں پھنسے ہوئے تھے کہ وہ اس قابل نہ تھے کہ کسی دنیوی کوشش سے اس غلامی سے آزاد ہوسکیں۔اس لئے ان کو اس غلامی سے نکالنے کے لئے ایک اللہ کے رسول کی ضرورت تھی جو پاک صحیفے ان پر پڑھ کران کو ان نجاستوں سے باہر نکالتا۔چنانچہ حضور ﷺ تشریف لائے نہ صرف عرب کو قعرِ ذلت سے نکالا بلکہ پوری دنیا آپ کے نور سے معمور ہوگئی۔

فائدہ:اس طویل مضمون سے میرا مقصد یہی ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس تحریک کے سربراہ ہوں گے ورنہ ایک سرگرم رکن تو ضرور ہوں گے اس لئے کہ آپ مکہ مکرمہ میں قد آور شخصیت سمجھے جاتے تھے بلکہ کعبہ معظمہ پر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو خصوصی دخل ہوگا اسی لئے ماننا پڑے گا کہ عرب کی تحریک ثالث جس کا مقصد عوام کو بت پرستی سے بچا کر توحید حق میں لگانا تھا میں آپ کے کارنامے نمایاں ہوں گے نتیجہ ظاہر ہے جو ذات دوسروں کو بت پرستی سے بچا کر توحید خالص پر لگانے کی فکر میں ہو وہ خود کیسے بت پرستی میں ملوث اور توحید جیسی نعمت سے محروم ہوسکتی ہے اس سے لازماً ثابت ہوتا ہے کہ آپ سچے پکے مؤمن تھے اسی طرح آپ کی اولاد اور سارا خاندان۔(اس کی تفصیل آئے گی۔انشاء اللہ)

انجمن حلف الفضول

حضور سرورِ عالم ﷺ کی تربیت کسی کی دیکھا دیکھی کی محتاج نہ تھی آپ تو پیدائشی

اطوار تہذیب الٰہی میں رہے۔لیکن انسانی تقاضوں پر آپ کی زندگی مبارک کے اطوار خاندانی اثرات کے مطابق بھی ہونے تھے۔چونکہ آپ بچپن میں اولاً سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے زیرِ کفالت رہے۔تو آپ پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت کے اثرات لازمی تھے۔تاریخ شاہد ہے کہ جوانی کے زمانہ میں آپ "انجمن حلف الفضول" کے بھی رکن اعظم تھے۔

حلف الفضول کا پس منظر

عرب لڑاکے مشہور تھے بات بات میں آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔اگر ایک قبیلہ سے کوئی مارا گیا تو جب تک بدلہ نہ لیتے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ایک دفعہ عرب کے دو قبیلوں میں ایک گھوڑ دوڑ کے موقعہ پر لڑائی ہوئی۔تو پورے چالیس سال تک جنگ ہوتی رہی۔اسی قسم کی ایک "جنگِ فجار" کا قصہ ہے۔یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبائل میں ہوئی۔ تمام قریشی قبائل اس میں شریک ہوئے۔ہر خاندان کا دستہ الگ الگ تھا۔ہاشم خاندان کا جھنڈا حضرت عبدالمطلب کے ایک صاحبزادے حضرت زبیر کے ہاتھ میں تھا۔اس صف میں حضور نبی پاک ﷺ بھی تھے۔آپ بڑے رحم دل تھے۔لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔اسی لئے آپ ﷺ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

مظلوموں کی حمایت کا معاہدہ (حلف الفضول)

ان لڑائیوں کے سبب سے ملک میں بڑی بے چینی تھی۔کسی کو چین سے بیٹھنا نصیب ہوتا تھا نہ کسی کو اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانوں کی خیر نظر آتی تھی،ان لڑائیوں میں لوگ بہت مارے جاتے تھے۔اس لئے خاندانوں میں بن باپ کے یتیم بچے بہت تھے،ان کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا،ظالم لوگ ان کو ستاتے تھے،اور زبردستی ان کا مال کھا جاتے تھے، خاندان میں جو کم زور ہوتا،اس کا کہیں ٹھکانا نہ تھا،غریبوں پر ہر طرح کا ظلم ہوتا تھا،یہ حالت

دیکھ کر آپ ﷺ کا دل دکھتا تھا۔اور سوچتے تھے کہ اس ظلم کو کیسے روکیں کہ سب لوگ خوش خوش امن وامان سے رہیں۔عرب کے چند نیک مزاج لوگوں کو پہلے بھی یہ خیال ہوا تھا کہ اس کے لئے چند قبیلے مل کر آپس میں یہ عہد کریں کہ وہ سب مل کر مظلوموں کی مدد کریں گے،اس تجویز کے جو پہلے بانی تھے،ان کے ناموں میں اتفاق سے فضل کا لفظ تھا،جس کے معنی بھی مہربانی کے ہیں،اس لئے ان کے آپس کے اس عہد کا نام فضل والوں کا قول وقرار رکھا گیا،اور اس کو عربی میں ''حلف الفضول'' کہتے ہیں۔

فجار کی لڑائی جب ہو چکی تو آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ اس قول وقرار کو جو پہلے کیا جا چکا تھا،اور جس کو لوگوں نے بھلا دیا تھا،پھر سے زندہ کیا جائے اس کے لئے ''ہاشم'' ''زہرہ'' اور ''تیم'' کے خاندان (مکہ کے ایک نیک مزاج امیر آدمی کے گھر میں جس کا نام عبداللہ بن جدعان تھا) جمع ہوئے اور سب نے مل کر عہد کیا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔اور اب مکہ میں کوئی ظالم رہنے نہیں پائے گا۔اس معاہدہ میں ہمارے رسول کریم ﷺ بھی شریک تھے،اور بعد کو فرمایا کرتے تھے کہ میں آج بھی اس معاہدہ پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

حضور سرورِ عالم ﷺ کا ایسی تنظیموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اپنی فطری وجبلی عادتِ کریمہ کے علاوہ تربیتِ عبدالمطلب کا بھی اثر ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب ؓ جب تنظیموں میں خاندان سمیت نہ صرف شامل ہوتے ہیں بلکہ مال وجان تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں تو لازماً سابق تنظیم جس کا بت پرستی سے بیزاری اور توحید میں ترغیب کا منشاء تھا اس میں بھی حضرت عبدالمطلب ؓ کا عظیم کارنامہ ہوگا۔سو اس سے صاحب دل تو یقین کر سکتا ہے کہ سیدنا عبدالمطلب ؓ کا ایمان مشکوک نہیں بلکہ یقینی

جانوروں کی شکل میں قرآنی آیات لکھنا کیسا؟ اور ایمان عبدالمطلب

ہے۔ہاں جن کے اپنے ایمان متزلزل ہیں جو چاہیں کہیں۔

نوٹ: ہمارا یہ مضمون صریح دلائل کی تائید کی ایک کڑی ہے۔اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایمان حضرت عبدالمطلب ؓ کی دلیل معدوم ہے۔الحمدللہ مزید دلائل آتے ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ

سوانح عبدالمطلب ؓ

سیدنا عبدالمطلب ؓ کے حالات زندگی بھی بتاتے ہیں کہ آپ پکے سچے مسلمان اور ولی اللہ تھے۔اس دور کے مطابق دینِ ابراہیم پر زندگی بسر فرمائی۔اگرچہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے بچپن میں آپ نے زیارت بھی کی۔اور حقِ تربیت بھی ادا فرمایا۔لیکن اعلانِ نبوت کے دور سے پہلے وصال فرما گئے۔اس لئے آپ نبی پاک ﷺ کے کلمہ اسلام سے سرفراز نہ ہو سکے۔لیکن شرعی حیثیت سے آپ کو پکا سچا مسلمان مانا جائے گا۔

اب پڑھئے سوانح عمری

عبدالمطلب:

حضرت عبدالمطلب جب پیدا ہوئے تو آپ کے بال سفید تھے اس لئے آپ کا نام شیبۃ الحمد رکھا گیا۔اور شیبۃ الحمد اس لیے کہتے تھے کہ ان سے نیک کام سرزد ہوں گے اور لوگ ان کی تعریف کریں گے۔آپ سات یا آٹھ سال مدینہ میں ہی رہے۔آپ کے چچا مطلب کو آپ کی خبر ملی تو بھتیجے کو لینے کے لئے مدینہ میں پہنچے۔جب مدینہ سے واپس آئے تو آپ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کیا۔آپ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔جب چاشت کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا میرا عبد (غلام) ہے۔اسی وجہ سے شیبۃ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے۔بعض نے اس کے علاوہ اور وجوہ بھی بیان کئے ہیں۔ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اہلِ مکہ پر سرداری

چونکہ آپ مطلب کے غلام مشہور ہوئے۔ اسی لئے مطلب کے بعد اہلِ مکہ کی ریاست عبدالمطلب کو ملی۔ اور رفادت وسقایت ان کے حوالہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی پر چمک رہا تھا۔ ان سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عبدالمطلب کو کوہ ثبیر پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہِ رب العزت میں دعا مانگتے۔ اور ایامِ قحط میں ان کے واسطے سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوتی۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

ایسی مقبول اور مستجاب الدعوات شخصیت پر کفر کا الزام بے دینی نہیں تو اور کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو تحنث کیا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جا کر خدا کے ذکر وفکر میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موحد تھے شراب وزنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح محارم سے اور بحالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور فیاض تھے۔ اپنے دسترخوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پرندو چرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اسی لئے انہیں مطعم الطیر (پرندوں کے کھلانے والے) کہتے تھے۔ یہ سب کچھ نور محمدی کی برکت سے تھا یہی ان کے ایمان پر بڑی قوی دلیل ہے۔

عطیہ زمزم

عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کعبہ کی تولیت نابت بن اسماعیل کے سپرد ہوئی۔ نابت کے بعد نابت کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی متولی ہوا۔ جب جرہم حرم شریف کی بے حرمتی اور کعبہ کا مال اپنے خرچ میں لانے لگے۔ تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اس وقت سے خزاعہ متولی ہوئے۔ خزاعہ میں سے اخیر متولی

حلیل بن حبشیہ تھا جس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے جاتے وقت کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور حجر رکن کو زمزم میں ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا تھا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو خواب میں اس کو کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ حارث تھا اسی کو ساتھ لے کر کھودنے لگے۔ جب کوئیں کا بالائی حصہ نظر آیا تو خوشی میں تکبیر کہی۔ کھودتے کھودتے ہر دو غزال اور کچھ تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے بجائے مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا۔ چنانچہ ہر دو غزال کا قرعہ کعبہ پر اور تلواروں اور زرہوں کا قرعہ عبدالمطلب پر پڑا۔ اور قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ اس طرح عبدالمطلب نے زمزم کو کھود کر درست کیا۔ اس وقت سے زمزم ہی کا پانی حاجیوں کے کام آنے لگا۔ اور مکہ کے کنوؤں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔ زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب مراد بر آئی تو ایفائے نذر کے لئے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور متولی سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پجاری متولی قرعہ نکال رہا تھا دوسری طرف عبدالمطلب یوں دعا کر رہے تھے "یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور عبدالمطلب کو سب بیٹوں میں پیارے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لئے ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبداللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ اتفاق یہ کہ عبداللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبداللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹوں پر نوبت پہنچی۔ تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کئے۔ اور عبداللہ بچ گئے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے انا ابن الذبیحین۔ یعنی میں دو ذبیح (اسماعیل علیہ السلام وعبداللہ) کا بیٹا ہوں یہ بھی آپ کے مومن ہونے کی دلیل ہے۔

نکاح عبداللہ

جب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے۔ تو عبداللہ کی شادی کی فکر میں ہوئے۔ عبداللہ نور محمدی کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ ذبح سے اور مشہور ہو گئے۔ قریش کی عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت وعصمت میں محفوظ رکھا۔ عبدالمطلب ان کے لئے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب وحسب وعفت میں ممتاز ہو۔ اس لئے وہ ان کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب وشرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا اور وہیں عقد ہو گیا۔ (کہتے ہیں کہ آمنہ اپنے چچا وہیب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہیب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا اور اسی مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہیب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔)

عبدالمطلب کے ہاں بقول ابن ہشام پانچ بیویوں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن کی تفصیل یوں ہے:

زوجہ کا نام	اولاد
سمراء بنت جندب ہوازینہ	حارث
لبنیٰ بنت ہاجرہ خزاعیہ	ابولہب (اصلی نام عبدالعزیٰ)
فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ	ابوطالب (اصلی نام عبدمناف) زبیر، عبداللہ رضی اللہ عنہ (والد رسول اللہ ﷺ) بیضاء، عاتکہ رضی اللہ عنہا، برہ، امیمہ اروی رضی اللہ عنہا
ہالہ بنت وہب زہریہ	حمزہ رضی اللہ عنہ، مقوم، حج، صفیہ رضی اللہ عنہا
نتیلہ بنت جناب خزجیہ	عباس رضی اللہ عنہ، ضرار

(استیعاب ابن عبدالبر)

(بقول واقدی حارث کی ماں کا نام "صفیہ بنت جندب" ہے اور "اروی" حارث کی سگی بہن ہے)

انتقال نور مصطفیٰ ﷺ

جب نور محمدی حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا۔ تو کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جابجا روئیدگی کی مخملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ الفتح والابتہاج کہنے لگے۔ قریش کا ہر ایک چارپایہ فصیح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق ومغرب کے وحشی چرند وپرند اور دریاؤں جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکار اٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آ گیا۔ کہانت کی آبرو جاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا۔ (ﷺ) تفصیل کتب میلاد میں پڑھئے۔

حضرت عبداللہ کی وفات

جب قول مشہور کے موافق حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کو مدینہ میں کھجوریں لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ وہاں اپنے والد کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دار نابغہ میں دفن ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو تجارت کے لئے ملک شام بھیجا تھا۔ وہ واپس آتے ہوئے مدینہ میں بنو عدی میں ٹھہرے اور بیمار ہو کر یہیں رہ گئے۔ حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ام ایمن برکہ حبشیہ اور پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔

واقعہ اصحاب فیل

تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے ایک واقعہ پیش آیا جو اصحاب فیل کے نام سے مشہور

ہے۔اس کی کیفیت بطریق اختصار یوں ہے کہ اس وقت شاہ حبشہ کی طرف سے ابرہہ یمن کا گورنر تھا اسنے شہر صنعا میں ایک کلیسا بنایا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بے نظیر کلیسا بنوایا ہے میں کوشش کر رہا ہوں کہ عرب کے لوگ آئندہ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر یہیں حج و طواف کیا کریں۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور ہوگئی تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے غصہ میں آ کر اس کلیسا میں بول و براز کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ آگ بگولا ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں تو میرا نام ابرہہ نہیں۔ اسی وقت فوج و ہاتھی لے کر کعبہ پر چڑھائی کی۔ یہاں تک مقام مغمس میں جو مکہ مشرفہ سے دو میل ہے جا اترا۔ اور ایک سردار کو حکم دیا کہ اہل مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے۔ چنانچہ وہ سردار قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لایا جن میں دو سو اونٹ عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی تھے۔ بعد ازاں ابرہہ کی طرف سے حناطہ حمیری گیا اور عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے آیا۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کا بڑا اکرام کیا۔ اور دونوں میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔

ابرہہ: تم کیا چاہتے ہو؟

عبدالمطلب: میرے اونٹ واپس کردو۔

ابرہہ: (متعجب ہو کر) تمہیں اونٹوں کا تو خیال ہے مگر خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جسے میں ڈھانے آیا ہوں اس کا نام تک نہیں لیتے۔

عبدالمطلب: میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کا مالک اور ہے اور وہی اس کا نگہبان ہے۔

ابرہہ: خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔

عبدالمطلب: پھر تم جانو اور وہ

اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں واپس آگئے اور قریش سے کہنے لگے کہ شہر مکہ سے نکل جاؤ اور پہاڑوں کے دروں میں پناہ لو۔ یہ کہہ کر خود چند آدمیوں کو

ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور دروازہ کا حلقہ پکڑ کر یوں دعا کی وہ دعا مستجاب ہوئی تھی۔

اللهم ان العبد يمنع رحله فامنع رحالك

لا يغلبن صليبهم ورحالهم غدوًا على رحالك

ان كنت تاركهم و قبلتنا فأمر ما بدالك

ترجمہ اشعار

اے اللہ بندہ اپنے گھر کو بچایا کرتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا۔ ایسا نہ ہو کہ کل کو ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آجائے۔ اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنے لگا تو حکم کر جو چاہتا ہے۔

ادھر عبدالمطلب یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں کے درے میں پناہ گزیں ہوئے ادھر صبح کو ابرہہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے فوج اور ہاتھی لے کر تیار ہوا۔ جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا بہت ڈنڈے مارے مگر نہ اٹھا۔ آخر مکہ کی طرف سے اس کا منہ موڑ کر اٹھایا تو اٹھا اور تیز بھاگنے لگا۔ غرض جب مکہ کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا اور کسی دوسری طرف کرتے تو اٹھ کر بھاگتا۔

باادب بانصیب

غور فرمایئے کہ ایک جانور وہ بھی کفار و دشمنان اسلام کے زیر اثر اور افسوس ہے اس برادری پر جو کلمہ اسلام پڑھ کر ادب پر شرک کا فتویٰ داغیں ایسے لوگوں کے لئے امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اونٹ نے سجدہ کیا

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت

عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے اس نے سفید ہاتھی کو بلایا جو خانہ کعبہ منہدم کرنے لایا گیا تھا جب ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ پرنور (مصطفیٰ) پر نظر ڈالی تو وہ سجدہ میں گر گیا حالانکہ دوسرے ہاتھیوں کے برعکس ابرہہ کو سجدہ نہیں کرتا تھا گویا کہ یہ ہاتھی حق تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت عبدالمطلب کے آگے سر جھکا کر زبان حال سے کہہ رہا تھا سلام ہو اس پر جو اے عبدالمطلب تمہاری پشت میں ہے۔

تبصرہ

ایک جانور جو لاشعوروں میں شمار ہوتا ہے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی نظر آیا جسے اس نے سجدہ کیا اور یہ بھی اسے پہچان ہوئی کہ یہ شخص رسول اکرم ﷺ کے دادا جان ہیں۔ لیکن وہ مشہور برادری کیا کرتی اور کہتی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

کفالت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

جب حضور نبی پاک ﷺ چار پانچ چھ یا سات برس کے ہوئے۔ سیدہ آمنہ آپ کو لے کر ام ایمن کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اور وہاں ایک مہینہ گزار کر مکہ مکرمہ واپس ہونے لگیں تو دوران سفر مقام "ابواء" میں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔ "ابواء" مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ایک روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ کی قبر انور مکہ مکرمہ کے مقام حجون میں جانب معلا یعنی بلندی میں ہے بعض کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابواء میں مدفون ہونے کے بعد انہیں مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان باتوں کو یاد کرتے تھے جو آپ نے والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کے قیام کے دوران مدینہ میں دیکھی تھیں اور جب اس مکان کو ملاحظہ فرماتے جس میں سیدہ آمنہ نے اقامت فرمائی تھی تو فرماتے اس مکان میں میری والدہ ماجدہ نے قیام کیا تھا۔ اور آنے جانے والے یہودی میری طرف

دیکھ کر کہا کرتے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں، ابونعیم، زہری کی سند سے اسماء بنت جرہم سے روایت کرتے ہیں کہ اسماء بیان کرتی ہیں میں اس وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی جس مرض میں انہوں نے وفات پائی اس وقت حضور ﷺ پانچ سال کے بچے تھے اور اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی تربیت وکفالت حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی، حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ محبوب جانتے تھے اور کبھی آپ کے بغیر دسترخوان نہ بچھاتے، جلوت وخلوت کے تمام اوقات حضرت عبدالمطلب کے پاس ان کی مسند پر تشریف فرما رہتے تھے اور جب کوئی حضرت عبدالمطلب کا مخصوص ہمنشین مجلسی آداب وقواعد کی رعایت سے چاہتا کہ آپ کو منع کرے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے فرزند کو چھوڑ دو کہ وہ اس مسند پر جلوہ فرما ہو کیونکہ وہ اپنے اندر خاص شرافت وبزرگی محسوس فرماتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ کوئی عرب ان کے سامنے یا ان کے مرتبہ ومقام اور بزرگی وشرافت تک نہ پہنچے گا اہل قیافہ حضرت عبدالمطلب سے کہتے کہ اس فرزند کی خوب نگہداشت اور محافظت کرو کیونکہ ہم نے آپ جیسے قدم مبارک کسی کے نہیں دیکھے۔ آپ کے قدم مبارک میں وہ اثرات ونشانات ہیں جو مقام ابراہیم میں ہیں، جس سال حضرت عبدالمطلب، قریش کے سرداروں کے ساتھ سیف زی یزن کی تہنیت کے لئے یمن کی جانب تشریف لے گئے تو اس نے عبدالمطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے نبی آخر الزمان ظاہر ہوں گے۔ اس سفر سے لوٹنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ قریش میں شدید قحط پڑا ہوا ہے اور یہ قحط مسلسل کئی سال تک رہا اس وقت حضرت عبدالمطلب نے غیبی اشارات کے بعد حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دعائے استسقاء کی اور حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بارش کی دعا مانگی پھر خوب زور کی

بارش ہوئی جس سے کئی سالوں کی خشکی ناپید ہوگئی۔وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال (۱۱۰) تھی۔ایک روایت میں ایک سو بیس سال (۱۲۰) اور ایک روایت میں ایک سو چالیس سال (۱۴۰) تھی۔

کفالت ابوطالب

اگرچہ اسے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری سے کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ اس دوران بڑے عجیب وغریب واقعات رونما ہوئے جو کمالات مصطفیٰ ﷺ پر مبنی ہیں اسی لئے جی چاہتا ہے کہ کچھ کوائف یہاں لکھ دیئے جائیں تاکہ اہل ایمان کے ایمان تازہ ہوں۔

عبدالمطلب کے بعد حضرت ابوطالب جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے حضور ﷺ کے عہدہ کفالت میں لائے گئے۔اگرچہ زبیر بن عبدالمطلب بھی حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کے درمیان محبت وارتباط بہت زیادہ تھی۔اور حضرت عبدالمطلب انہیں وصیت فرما گئے تھے کہ حضور ﷺ کی محافظت خوب اچھی طرح کرنا اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔نو، دس اور چھ سال بھی کہا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں جانا پسند فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے ابوطالب کی کفالت پسند فرمائی تھی اور حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کی کفالت و محافظت، ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد خوب اچھی طرح انجام دی۔وہ حضور ﷺ کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے اور حضور ﷺ کا بستر مبارک اپنے داہنے پہلو میں بچھاتے۔گھر کے اندر اور باہر حضور ﷺ کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ابوطالب نے حضور ﷺ کی مدح وثناء میں بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

شق لہ من اسمہٖ لیجلہ فذوالعرش محمود و ھذا محمد (ﷺ)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس شعر کی اس طرح تضمین کی ہے۔

الم تران اللہ ارسل عبدہٗ بایاتہٖ واللہ اعلی وامجد

وشق لہ من اسمہٖ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد (ﷺ)

روضۃ الاحباب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے:

وسیلہ مصطفیٰ ﷺ

ابوطالب کے عہد کفالت میں بھی مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تھا۔چنانچہ ابن عساکر ابن عرفسط سے روایت کرتے ہیں کہ میں قحط کے زمانہ میں مکہ مکرمہ آیا تو لوگ مجتمع ہوکر استسقاء کے لئے ابوطالب کے پاس آئے ان قریشیوں میں بچے بھی تھے ان میں ایک فرزند آفتاب تاباں کی مانند نکلا جس کے چہرہ انور پر ابر کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ابوطالب نے اس فرزند جلیل کو لے کر خانہ کعبہ کے ساتھ اس کی پشت ملا دی اور اس فرزند جلیل نے آسمان کی جانب انگشت مبارک سے اشارہ کیا حالانکہ اس سے پہلے آسمان پر بدلی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس کے بعد بادل ہر جانب سے گھر کر آگئے اور اتنا برسے کہ ندی نالے بھر گئے۔اس وقت ابوطالب نے حضور ﷺ کی مدح میں یہ قصیدہ کہا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمائل الیتامی عصمت للارامل

یہ شعر اس قصیدے میں ہے جسے انہوں نے حضور ﷺ کی مدح وثنا میں کہا ہے۔محمد ابن اسحاق اس قصیدہ کو اسی (۸۰) سے زیادہ اشعار پر مشتمل بتاتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قصیدے کو اس وقت لکھا جبکہ قریش حضور اکرم ﷺ کے خلاف مجتمع ہوئے تھے اور جو آپ پر اسلام لانے کا ارادہ کرتا وہ اس سے تنفر کرتے تھے۔انہوں نے اس قصیدے میں کفار کی مذمت کی ہے اور قریش کے انکار اور ان کی عداوت پر ملامت کی ہے۔انہوں نے حضور ﷺ کی اطاعت ویقین او

رقبول کی طرف ترغیب دی ہے۔ ابن القین کہتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ اس کی دلیل ہے کہ ابوطالب، حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو بعثت سے پہلے ہی سے بحیرہ راہب وغیرہ جس کا نام برجیس تھا کے خبر دینے کی بناء پر خوب جانتے تھے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابوطالب نے اس قصیدے کو بعثت کے بعد لکھا ہے۔ ابوطالب کا حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی معرفت کے بارے میں بہت سی حدیثوں میں آیا ہے اور اسی بناء پر شیعہ ان کے اسلام پر استدلال کرتے ہیں۔ شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کی وہ کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے ابوطالب کے اشعار جمع کر کے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر ہی وہ اس جہان سے گئے۔ اور حشویہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی ہے۔ اور وہ اس پر استدلال کرتے ہیں کہ کوئی چیز ان کی جانب سے اسلام پر ثابت نہیں ہے۔ محدثین نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب کے حضور پر ایمان نہ لانے اور دعوت اسلام کے قبول نہ کرنے پر دلیل موجود ہے وہ نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے وقت، حضور اکرم ﷺ نے ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر دعوت اسلام دی مگر ان کی جانب سے قبولیت واقع نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا کر سنا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ آپ کے چچا اسلام لے آئے۔ اس پر حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ (واللہ اعلم)

ابوطالب کے کفر و ایمان میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک کفر ہے اس کی تحقیق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ میں پڑھئے دور حاضرہ میں چونکہ جہالت کا غلبہ ہے بات بات پر فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اس میں توقف بہتر ہے۔

بارہویں سال حضور ﷺ نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصرے پہنچے۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے حضور ﷺ میں نبی آخر الزمان کی ان علامتوں اور صفتوں کو دیکھا اور پہچانا جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ بحیرا راہب انصاری

کے احبار میں سے ہے۔ اور زہد و ورع کی صفت میں ممتاز تھا۔ بصرا کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا اور عمر گزار رہا تھا۔ اور کوئی جب قریش کا قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بناء پر تلاش کرتا جب ان میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس صومعہ چلا جاتا۔

بادل سایہ فگن

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور ﷺ حضرت ابوطالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آجاتا۔ بحیرہ اس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا اس کے بعد بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی اور قافلہ والوں کو بلایا تو ابوطالب حضور ﷺ کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ کے ہمراہ آپ کے سر مبارک پر سایہ کئے ہوئے آیا جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرا نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے۔ والسلام عليك يا رسول الله اس نے حضور ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرا نے اسے بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ جیسے حبیب بخارا، اصحاب قریہ وغیرہ کے قصے میں ہے۔ ابومندہ اور ابونعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس سفر میں سات افراد روم سے حضور ﷺ کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے۔ بحیرا نے دلائل واضحہ سے حضور

ﷺ کی نبوت ان پر ثابت کر دی تھی۔ اور کہا تھا کہ یہ فرزند وہی ہے جس کی تعریف و توصیف، توریت و انجیل اور زبور میں آئی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ خدا جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ بحیرا نے ابوطالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے حضور ﷺ کی خوب حفاظت کریں کیونکہ یہ فرزند نبی آخر الزمان ﷺ ہوگا اور ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ انہیں شام لے کر نہ جاؤ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں اس کے بعد ابوطالب اپنا سامان تجارت فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ابوطالب نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس کر دیا اور خود شام کی جانب چلے گئے۔ یہ قصہ مشہور ہے ترمذی نے اسے حسن کہہ کر اسے صحیح قرار دیا ہے، بجز اس کے کہ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت ابوبکر و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سفر میں حضرت ابوبکر ؓ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ نہ تھے اور حضرت بلال ؓ کو اس وقت تک خریدا نہ گیا تھا۔ حضور ﷺ سے حضرت ابوبکر دو سال چھوٹے تھے۔ حالانکہ حضور ﷺ بارہ سال کے تھے اور شیخ ابن حجر اصابہ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ بھی حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں، جیسا کہ مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے جسے ابن مندہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ سفر شام میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر ؓ نے بھی صحبت پائی ہے۔ اس وقت حضرت ابوبکر ؓ اٹھارہ سال (۱۸) کے تھے اور حضور ﷺ بیس سال (۲۰) کے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس منزل میں اقامت فرمائی جہاں بیری کے درخت تھے۔ اور حضور ﷺ کو درخت کے سایہ میں بٹھا کر حضرت ابوبکر ؓ ایک راہب کے پاس گئے جس کا نام بحیرا تھا۔ اور اس سے کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد راہب نے ان سے پوچھا وہ کون شخص ہے جو درخت کے سایہ میں

جلوہ افروز ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ راہب نے کہا خدا کی قسم یہ شخص نبی ہے اس لئے کہ ہماری خبروں میں ہے کہ اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ بیٹھے گا بجز محمد ﷺ کے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دل میں حضور ﷺ کی تصدیق گھر کر گئی اور جب آپ ﷺ نے اظہار نبوت فرمایا تو آپ نے فی الفور آپ کی پیروی اختیار کی۔ مدارج النبوۃ

حضرت عبدالمطلب کا ایمان

سوانح عمری کامل بیان کرنے کی بجائے ہم نے حضرت عبدالمطلب ؓ کے حالات سے وہ امور عرض کئے ہیں جو آپ کے ایمان کی دلیل ہیں اور ان سے اہل ایمان کو تو یقین ہے کہ حضرت عبدالمطلب ؓ نہ صرف مؤمن بلکہ ولی اللہ تھے۔ ان کے وسیلہ سے مشکلات حل ہوتیں۔ اہل مکہ آپ کے وسیلہ سے قحط پر بارش طلب کرتے تو بارش ہو جاتی آپ مستجاب الدعوات تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن منکر کو انکار و ضد نصیب ہے۔ ہمارے پاس اس کا علاج نہیں۔

اب ہم حضرت عبدالمطلب کا ایمان قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت کرتے ہیں۔

قرآنی آیات

مندرجہ ذیل آیات سے مفسرین ومحدثین وعلماء اسلام نے حضور سرور کونین ﷺ کے آباؤ امہات کے ایمان و اسلام کے لئے استدلال کیا ہے۔

۱۔ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

ترجمہ: مومن غلام مشرک سے بہتر ہے۔ (سورۃ بقرہ: پ۲)

فائدہ: یہ تو سب جانتے ہیں کہ مسلمان حسب ونسب میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ مشرک سے افضل واعلیٰ

ہے۔ اگرچہ مشرک قوم کے لحاظ سے کتنا اونچا کیوں نہ ہو۔ اگر بقول مخالفین حضور سرور کونین ﷺ کے دادا اور والدین کو غیر مسلم مانا جائے تو نسب نبوی میں نقص وعیب لازم آئے گا۔ اور ہمارے حضور ﷺ از ہر جہت عیوب ونقائص سے منزہ ومقدس ہیں۔

تائید حدیث پاک

حضور نبی پاک شہ لولاک ﷺ نے فرمایا

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کَانَ مِنَ الْصِّدَقِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ (رواہ البخاری شریف)

ترجمہ: میں تمام قرون آدم کے ہر قرن وطبقہ میں سے بہتر میں مبعوث ہوا۔ یہاں تک کہ میں اس قرن میں پیدا ہوا جو صدق ہی صدق ہے۔

فائدہ: آیت مذکورہ وحدیث ھذا کو ملایا جائے تو ہمارا مدعا صاف نظر آئے گا۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ مشرک سے مومن غلام بہتر ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے ارشاد سے پتہ چلا کہ میں خیر قرون سے ہوں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ میں ایمان والوں کی پشت سے ہوں۔

حدیث

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَا زَالَتْ عَلَی الْاَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمِیْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَالِكَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَ مَنْ عَلَیْهَا

ترجمہ: روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات (۷) مسلمان رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

(اخرجه عبدالرزاق وابن منذر بسند صحیح علیٰ شرط الشیخین) یہ روایت امام بخاری وغیرہ کے استاذ کی بیان کردہ ہے۔ جو شیخین (بخاری ومسلم)

کے شرط کے عین مطابق ہے۔

تبصرہ اویسی

غیر مقلدین وہابیوں یا دیوبندیوں یا دیگر ان کے ہمنوا ہم سے ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث کی دلیل مانگتے ہیں جب ہم انہیں قرآن وحدیث سناتے ہیں تو اپنی مارنے لگ جاتے ہیں۔ فقیر کی گزارش صرف حق کے متلاشی سے ہے کہ آیت میں فرمایا کہ مومن مشرک سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ از آدم تا افضل نبی آدم ﷺ دھرتی کم از کم سات اہل ایمان سے خالی نہیں رہی۔ اب ہمارا سوال ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے اجداد وامہات والدین کریمین کے زمانے میں وہ سات (۷) مومن کون تھے۔ تمہارے نزدیک حضرت عبدالمطلب بھی کافر اور حضور سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین بھی بقول شمایہ ان ساتوں مومنوں میں نہیں تو تم ان کے نام بتادو تاکہ ہم اس حدیث پاک کا مصداق صحیح سمجھیں اگر تم نہیں بتا سکتے تو لیجئے ہم بتاتے ہیں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ

"والمعنی ان الکافر لا یستاھل ان یطلق انه من خیر القرون الخ۔"

(رسائل ستہ (مطبوعہ دکن انڈیا)

ترجمہ: یعنی شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔ خیر قرن مومن ہی ہوسکتا ہے۔

خلاصہ: یہ کہ رسول خدا ﷺ کے آباؤ امہات، والدین کریمین آیت مذکورہ اور دونوں حدیثوں کے مطابق مومن کامل اور ناجی وجنتی ہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اور یہی ہمارا دین وایمان (فللّٰه الحمد علیٰ ذالك)

آیت نمبر ۲

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پ۱۰، سورہ توبہ)

ترجمہ: کافر تو ناپاک ہی ہیں!

تائید از حدیث شریف

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الیٰ ارحام الطاهرات (رواه ابو نعيم في دلائل النبوة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اب مندرجہ بالا آیت وحدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہو جائے گا کیونکہ قرآن عظیم نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آباؤ امہات کو طیب وطاہر فرمایا۔ مشرکین نجس ہیں کبھی طاہر نہیں ہو سکتے۔ اور حضور ﷺ کے آباؤ اجداد طاہر اور طیب ہیں وہ کبھی نجس نہیں ہو سکتے۔ نتیجہ نکلا کہ حضور ﷺ کے آباؤ وامہات مومن اور مسلمان تھے۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ جس پیشانی میں نور نے بسیرا فرمایا ہے وہ ہرگز جہنم کا ایندھن نہیں ہو سکتا۔ تو لازماً ماننا پڑے گا کہ سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی ماننا خود کو جہنم میں ٹھونسنے کے مترادف ہے کیونکہ سینکڑوں الافات احادیث مبارکہ میں موجود ہیں جن میں تصریحات ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کے متعلقات سے جو بھی متعلق ہوا۔ اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی بلکہ پشتوں تک ان کی اولاد پر دوزخ کی حرمت کی خوش خبری خود مبشر وبشیر نبی ﷺ نے سنائی اور دینوی آگ کے حرام ہونے کے واقعات تو بے شمار ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب ''المبشرات'' میں ہے۔

آیت نمبر ۳

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور بے شک عزت اللہ کے رسول (ﷺ) اور مومنوں کے لئے ہے۔

فائدہ: آیت میں عزت کا حصر اللہ ورسول اور ایمان والوں میں ہے۔ کافر ومشرک کتنا ہی اونچا اور بلند قدر کیوں نہ ہو وہ رذیل وملیئم وخوار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثناء پر مبنی ہے۔ اسی لئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد وامہات اہل ایمان اور مسلمان ہوں۔ ورنہ مدح نہ ہوگی۔ اور نہ ہی کوئی رذیل سے رذیل انسان اپنے آباؤ اجداد کو لئیم رذیل کی اولاد ولئیم ماننے کو تیار ہے۔ خود مخالفین کو کہا جائے کہ تم رذیل انسانوں کی اولاد ہو تو سیخ پا ہو جائیں گے۔ آپ کو اپنے لئے تو ایسا اطلاق گوارہ نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیوں؟ نہ صرف روا بلکہ لڑنے جھگڑنے کو تیار ہیں۔

فائدہ: خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ میں رجز ومدح کے مواقع پر متعدد بار اپنے آباؤ اجداد اور امہات کا ذکر خیر سے بیان فرمایا۔ چنانچہ حنین کا واقعہ یاد کیجئے کہ جب کفار نے تھوڑی دیر کے لئے غلبہ پایا۔ اور چند لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ یہ الفاظ بیان فرماتے ہیں:

انا النبی لا کذب

انا ابن

عبد المطلب

ترجمہ: ''میں نبی ہوں۔ اس میں شک نہیں۔ میں صاحبزادہ ہوں عبدالمطلب کا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ رجز پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا ایک مٹھی خاک دست مبارک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا "شاهت الوجوه" (بگڑ گئے چہرے۔) وہ خاک کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہونچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ بعض روایات میں رجز کا آخر یوں ہے:

انا ابن العواتك من بني سليم

ترجمہ: یعنی میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ ہے۔

فائدہ: بعض علماء کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ ہے۔ بعض کے نزدیک عاتکہ بارہ ہیں بعض روایات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نسب نامہ اپنے فضائل کریمہ میں اکیس پشت تک بیان فرمایا کہ میں سب سے نسب میں افضل باپ میں افضل ہوں اور کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا نہ تو عقلاً جائز ہے اور نہ ہی عرفاً۔

تو یہ حضور علیہ السلام کے لئے کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر فرمائیں۔ تو بحکم نصوص ثابت کہ حضور ﷺ کے آباؤ وامہات مسلمین ومسلمات تھے۔

نتیجہ

اس عمومی قاعدہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ وامہات بطریق اولیٰ مومن اور مسلمان ہوئے۔

آیت نمبر ۴

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (پ۱۲: سورہ ہود)

ترجمہ: اے نوح یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو عمل غیر صالح ہے۔ (تیرا نافرمان ہے)

فائدہ: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر کا نسب قطع فرمادیا۔

حدیث سے دلیل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

نحن بنو نضر بن کنانہ لا منتقی من ابینا (رواہ احمد وابن ماجہ والطبرانی)

ترجمہ: یعنی ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں۔ ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے۔ ان دونوں یعنی آیت قرآن مجید و حدیث کو ملاؤ تو نتیجہ نکلے گا کہ آپ کے آباؤ اجداد وامہات اہل ایمان تھے کیونکہ اگر معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں کوئی کافر تھا تو باقی رکھنے یا ان پر فخر کرنے کا کیا معنی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ وامہات سب موحد مومن تھے لہٰذا ان پر فخر کرنا ان کا نسب رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔

آیت نمبر ۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دعاء کی تھی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ (سورہ بقرہ)

ترجمہ: مولا ہماری اولاد میں ایک مسلمان جماعت رکھنا۔ پھر فرمایا:

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ

ترجمہ: اور اس مسلمان جماعت میں آخری نبی بھیجنا

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوری ہوئی۔ جیسا کہ حدیث صحاح میں ہے: انا دعوۃ ابراھیم

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلم ذریت سے پیدا ہوئے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ آپ کے آباؤ امہات تمام مومن تھے۔

آیت نمبر ۶

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ (پ۱۱ سورۃ التوبہ)

ترجمہ: بے شک آئے تمہارے پاس عظیم رسول جو تم میں سے ہیں۔

ایک قرأۃ میں ف کی فتح کے ساتھ ہے۔ (شفاء، نسیم، شرح ملا علی قاری)

فائدہ: اب معنی یہ ہوا کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں سے تشریف لائے اور کافر نفیس نہیں بلکہ خسیس ہے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباؤ امہات طیب، طاہر اور نفیس ترین تھے لیکن چونکہ وہابی خود خسیس و رذیل ہیں۔ اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ کے ماں باپ کو کافر کہہ کر اپنی رذالت و خباست کا ثبوت دیتا ہے۔

آیت نمبر ۷

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (217) الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ (218) وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (سورہ شعراء)

ترجمہ: بھروسہ کر غالب مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا تھا اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔

فائدہ: امام رازی فرماتے ہیں آیت شریف کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

فائدہ: آیت میں دلیل ہے کہ سب آباء کرام مسلمین تھے۔ امام سیوطی وابن حجر مکی وعلامہ زرقانی نے اس تقریر کی تائید وتوثیق فرمائی اور روح البیان میں فرمایا (ص ۳۱۳ ج ۶)

حق المسلم ان يمسك لسانه عما يخل يشرف نسب نبينا ﷺ و يصونا عما يتبادر منه النقصان خصوصا الیٰ وهم العامة

آیت نمبر ۸

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (سورۃ والضحیٰ)

ترجمہ: البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

فائدہ: عالم قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت کا کیا کہنا کہ انبیاء بھی آپ کا منہ تکتے ہوں گے۔ اور آپ کی اجابت کا تو یہ عالم ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے ابھی سے کہہ دیا کہ:

سترضيك فی امتك ولا نسوك به (رواه احمد، خصائص کبریٰ وغیرہ)

ترجمہ: قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تیرا دل میلا نہ کریں گے۔ (مسلم)

فائدہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابھی سے وعدہ فرما دیا کہ:

كلهم يطلبون رضائی وانا اطلب رضاك يا محمد (ﷺ)

ترجمہ: اس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ایک شعر میں قلمبند فرمایا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

جانوروں کی شکل میں قرآنی آیات لکھنا کیسا؟ اور ایمان عبدالمطلب

خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

اعجوبہ

قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال ہو کہ ایک امتی کو بھی دوزخ میں نہ رہنے دیں اور ماں باپ دوزخ میں اور امت کے معاملہ میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت پروردگار قبول نہ فرمائے۔ کوئی صحیح الدماغ انسان ماننے کو تیار نہیں کہ آپ کے آباؤ امہات کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ گوارہ ہو کہ وہ معاذ اللہ جہنم میں رہیں اور باقی ساری امت بہشت میں۔

آیت نمبر ۹

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے محترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے۔

فائدہ: وجہ یہ ہے کہ کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہیں رکھی گئی پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے کفار محل غضب ولعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون میں ظاہر ہوا اور وہ سب کے سب کفر وشرک الحاد وبے دینی کی آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔

آیت نمبر ۱۰

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (6) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (7) (سورة البينة)

ترجمہ: بے شک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے وہ سارے جہان سے بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

آیت نمبر ۱۱

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا

ترجمہ: ہم کسی قوم کو بغیر ان میں رسول بھیجے ہوئے عذاب نہیں دیتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ حضرت عبدالمطلب اور آپ کے والدین کریمین کو دعوت نہیں پہونچی اس لئے انہیں عذاب نہیں کہ وہ حضرات دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

ای تقلبك من اصلاب الطاهرين من اب الیٰ اب الیٰ ان جعلك نبيًا (مسالك الحنفاء للسیوطی ص ۴۰)

ترجمہ: آپ کا پاکیزہ پشتوں میں گردش کرنا ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف یہاں تک کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔

نکتہ: آپ کے جملہ اجداد و آباء کے واقعات پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات دولت ایمان سے معمور تھے بلکہ ایمان میں ذوق ہو تو محسوس ہوگا کہ حضور سید عالم ﷺ کے آباؤ امہات کے مومن ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔

استدلال از آیت نور

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ نور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی مثال طاق کی طرح ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور چراغ قندیل میں ہو اور وہ قندیل چمکدار ستارے کی طرح درخشاں ہو جو برکت والے درخت کے روغن سے جلایا جاتا ہے۔ جس کا نام زیتون ہے وہ ممالک شرقی میں ہے۔ ارض غربی میں قریب ہے کہ اس کا روغن روشنی دے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے۔ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ دکھاتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو چاہے۔

حوالہ جات معتبر و مستند تصنیفات

شفاء شریف ص ۱۳، مواہب الدنیہ ص ۷۵، تفسیر عباسی ص ۲۲۵، کعب بن محمد قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے:

"المشكاة ابراهيم والزجاجة اسمعيل والمصباح محمد ﷺ وشجرة مباركة ابراهيم و سماه مباركا لان اكثر الانبياء من صلبه نور نبی من نسل نبی نور محمد و نور ابراهيم.

ترجمہ: مشکوٰۃ یعنی محراب سے مراد سیدنا ابراہیم خلیل اور قندیل سے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور چراغ سے مراد سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول ﷺ ہیں اور درخت مبارک سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ خدا نے اس وجہ سے ان کا نام نامی اسم گرامی مبارک رکھا ہے کہ تمام انبیاء بنو اسرائیل علیہم السلام آپ کے جداعلیٰ ہیں۔ نور علیٰ نور۔ آپ نبی ہیں۔ نسل حضرات انبیاء اکرم علیہم السلام سے۔

پدر نور ست پسر نور ست مشهود

ازینجا فهم کن نور علیٰ نور

استدلال عاشقانہ

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ روح البیان ص ۴۹۷ ج میں لکھتے ہیں کہ:

فكان عليه الصلوة والسلام علة غائية لوجود كل كون فوجوده شريف عنصره لطيف افضل الموجودات الكونيه و روحه افضل الارواح القدسية و قبيلة القدسية و قبيلته افضل القبائل و لسانه خير الالسنة وكتابه خير الكتب الالهية واله واصحابه خير الال و ير الصحابة و زمان ولادته خير الازمان وروضته المورة اعلى المكانى مطلقا نبی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم

آپ ﷺ کی ذات عالی تمام کائنات ارضی وسمائی کے لئے بمنزلہ علۃ غائی کے ہے۔ حضور پرنور کا

وجود مبارک ہے جد بزرگ آپ کا عنصر لطیف بے حد پاکیزہ ومقدس ہے۔ اور تمام موجودات کونیہ سے افضل اور عنداللہ بے حد اکرم ہے اور جناب کی روح گرامی تمام ارواح گرامی بلکہ تمام ارواح مقدسہ سے عنداللہ افضل واشرف ہے۔ اور آپ کا قبیلہ گرامی قبائل عرب کا سردار اور سرتاج ہے۔ آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے۔ آپ کی آل گرامی اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل واصحاب شریف سے بلند پایہ ہیں۔ اور آپ کی پیدائش تمام زمانوں سے افضل اور آپ کا روضہ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے مطلقاً افضل ہے۔ یہاں تک کہ عرش، کرسی، بہشت، کعبہ، بیت المعمور سب سے افضل ہے۔ (اس پر جملہ علماء متفق ہیں۔ اب فیصلہ فرمائیے کہ اس نسبت پر آباؤ امہات کو افضلیت نہ دی جائے تو کم از کم ایمان کی دولت سے محرومی کی تہمت تو نہ لگائیے۔)

تفسیر حسینی کا ترجمہ:

تفسیر قادری ص ۱۳۲ جلد ثانی میں ہے کہ روح الارواح میں ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نور گرامی مراد ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد سیدنا ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور زجاجہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام اور زیتون حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے۔

نکتے ہی نکتے

حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کے وقت دعاء کی تھی

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو "مسلمین لك" (اپنا مطیع وفرمابردار) بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت قائم رکھ۔ جو (مسلمة لك) جو تیری مطیع وفرماں بردار ہو۔ پھر عرض کیا:

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

اور اسی جماعت (مسلمہ) میں سے اس رسول کو مبعوث فرما۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعاء یقیناً مستجاب ہوئی کہ نبی پاک ﷺ اسی جماعت میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ خود حضور اکرم ﷺ بھی فرماتے ہیں۔

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ والارحام الطاھرۃ حتیٰ اخرجنی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے (میرے والدین سے) نکالا۔ (زرقانی علی المواہب ص ۴۷ ج ۱، خصائص کبریٰ ص ۳۹ ج ۱ و دلائل النبوت ص ۲۴)

نکتہ نمبر ۲

طاہرین وطاہرات، اصلاب وارحام پر مخالفین کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے، کیونکہ یہ الفاظ صحاح کے مرویہ ہیں اور ظاہر ہے طہارت ظاہرہ وباطنہ ہر دونوں کو شامل ہے۔ ظاہرہ طہارت میں بھی مخالفین کو انکار نہیں ہاں طہارت باطنہ (ایمان واسلام) سے انکار ہے۔ اور وہ بھی محض ظنیات پر مبنی ہے۔ دلیل قطعی ان کے پاس نہیں ہے۔ بخلاف ہمارے کہ ہم نے اسلام وایمان سے طہارت باطنیہ پر زوردار دلائل قائم کیے ہیں۔ کم از کم یہ تو مانتے ہوں گے کہ ان نصوص مسلمہ میں مطلق طہارت کا ذکر ہے تو المطلق کو اپنے اطلاق میں رہنا ضروری ہے۔ جب تک اس کے لئے اس جیسا مقید ومخصص قائم نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اس مطلق کے بالمقابل جتنا قیود ومخصصات مخالفین پیش کرتے ہیں وہ سب ظنیات ہیں۔ پھر ہمارے ہاں اسی روایت میں طہارت کے ذکر کے بعد لفظ نکاح بھی وارد ہے جیسے ہم نے روایات میں لفظ نکاح کی تصریح لکھی ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا نکاح ادیان حقہ کی دلیل ہے یا نہ۔ سفاح سے رسول اللہ ﷺ نے طہارت ظاہرہ کا ذکر فرمایا۔ نکاح سے طہارت باطنہ کا۔ ورنہ افصح العرب رسول اللہ ﷺ کو تکرار مضمون کی کیا ضرورت تھی جب کہ تکرار مضمون خلاف فصاحت وبلاغت ہے۔

۳۔ مزار میں جس جگہ پر حضور ﷺ تشریف فرما ہیں وہ عرش معلی سے افضل ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ مٹی کے جس ٹکڑے کے اندر آپ ہوں وہ تو عرش معلی سے افضل ہو جائے اور جس باپ کی صلب اور جس ماں کے شکم میں رہے ہوں اور جس ماں کا دودھ پیا ہو وہ جہنمی اور مشرکین ہی رہیں۔ (معاذ اللہ) یہ کسی گندے ذہن کا تصور تو ہو سکتا ہے اہل فہم وفکر کو گوارہ نہیں کہ اس کو ذہن تک لائیں چہ جائیکہ اسے وہ اپنا عقیدہ بنائیں۔

۴۔رسول پاک ﷺ سے ہرنسبت کو ترقی ملی۔

ا۔امت کو خیر امت سے، ۲۔صحابیت کو جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے۔،۳۔ولایت کو جملہ اولیائے سابقین سے،۴۔گھرانے کو جملہ گھرانوں سے۔،۵۔شہر کو جملہ بلاد سے۔،۶۔ملک کو جملہ ممالک سے۔، ۷۔زمانے کو جملہ ازمان سے،۸۔دین کو جملہ ادیان سے۔،۹۔اولاد،۱۰۔خاندان،۔۱۱۔کنبہ،۱۲۔ازواج کو یہاں تک کہ اس پانی کو جو پنجہ مبارک سے نکلا۔وغیرہ وغیرہ۔تو پھر آباؤ امہات کی نسبت اتنا گھٹا کے رکھ دی گئی کہ ایمان سے بھی خارج۔(معاذ اللہ)

۵۔پہلے عرض کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ ہر نبی علیٰ نبینا وعلیہم اسلام مستجاب الدعوات تھے۔ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں فرمائیں۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں ایمان کی خبر دی۔

ا۔وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔

ترجمہ:اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا وہ عنقریب مجھے راہ دے گا۔اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس کلمہ(توحید) کو اپنے پیچھے(اپنی اولاد میں) باقی چھوڑا تا کہ وہ راجع رہیں۔

فائدہ نمبر۱:امام عبد بن حمید اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ باقیة فی عقب ابراهیم کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں باقی رکھا گیا۔(الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۱، ج ۲)

فائدہ نمبر۲:امام ابن جریر وابن المنذر نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔نیز امام عبد بن حمید اور امام عبدالرزاق اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔کہ وہ کلمہ جو ان کی اولاد میں باقی رکھا گیا۔وہ شہادت
ان لا اله الا الله والاخلاص والتوحید لا یزال فی ذریته من یقولها من بعده

اس امر کی شہادت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اخلاص اور عقیدہ توحید ہے جو ان کے بعد ان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گا۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۱، ج ۲)

فائدہ نمبر۳:امام ابن منذر نے امام ابن جریج سے اس کی تفسیر بیان فرمائی کہ انہوں نے فرمایا

فلم یزل ناس من ذریته علی الفطرة یعبدون الله حتیٰ تقوم الساعة.

کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہیں گے اور قیامت تک اللہ کی عبادت کریں گے۔(الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۱، ج ۲)

انتباہ:اس آیت میں توحید واخلاص کے لئے اولاد ابراہیم علیہ السلام کسی کے لئے تعین کرنا لازمی ہے اور پھر وہ حدیث شرف ساتھ ملائیے جس میں فرمایا کہ ہر زمانہ میں سات افراد توحید وایمان پر لازماً رہے۔اب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ امتی ہونے کا حق ادا کیجئے کہ ان ساتوں میں ابوین رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھی شامل کر لیجئے۔تا کہ نمک حلال امتی کہلا سکیں۔

۲۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اس شہر(مکہ) کو امان والا کر دے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

فائدہ:امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ابراہیم علیہ السلام کے ان بیٹوں کو خصوصاً بتوں کی پوجا سے بچایا جن کو حضور ﷺ کے آباؤ اجداد بننے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

۳۔رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (سورۃ ابراہیم)

اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ۔

فائدہ:امام ابن منذر حضرت جریج سے اس کی تفسیر بیان فرماتے ہیں

فلن یزال من ذریة ابراهیم ناس علی الفطرة یعبدون الله (الحاوی للفتاوی

ص ۴۲۳ ج ۲)

کچھ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ دین فطرت پر رہ کر اللہ کی عبادت کریں گے

۴۔ وتقلبك فی الساجدین ۔ (قرآن کریم پ ۱۹۔۵۳)

ترجمہ: اور پھرنا تمہارا ساجدوں میں۔

فائدہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قیل معناه انه کان ینقل نوره من ساجد الی ساجد وبهذا التقدیر فالایة وانه علی ان جمیع اباء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه واله وسلم کانوا مسلمین۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بے شک حضور ﷺ کا نور پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے جمیع آبائے کرام مسلمان تھے۔

۵۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرین الساجدین الی ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان اباء النبی ﷺ کانوا مومنین

ترجمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا نور طاہرین، ساجدین اللہ کے اصلاب سے طاہرات، ساجدات کے ارحام کی طرف اور طاہرات کے ارحام سے طاہرین کے اصلاب کی طرف یعنی موحدین اور موحدات میں منتقل ہوتا رہا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے آبائے کرام مومنین تھے۔

احادیث مبارکہ

ہمارے سابق مضمون میں آیات کی تائید وتوثیق کے طور پر بکثرت احادیث مبارکہ مندرج ہو چکی ہیں۔ اعادہ برائے افادہ چند جدید بطور اضافہ حاضر ہیں۔

۱۔ لَمْ یَزَلْ عَلٰی وَجْهِ الدَّهْرِ فِی الْاَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَالِكَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْهَا۔

ترجمہ: کہ روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

(مصنف عبدالرزاق بسند صحیح وتاریخ مکۃ الارزقی والحاوی فتاویٰ ص ۴۱۶، ج ۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ مِنْ سَبْعَةٍ یَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی۔ جن کے سبب اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحَجْرٍ كَفَلَكَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اس صلب پر جس میں تم رہے ہو اور اس پیٹ پر جس نے تمہیں اٹھایا۔ اس گود پر جس نے تمہیں کھلایا۔ نار دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۴۳۲، ج ۱)

انتقال نور

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لما خلق الله حواء لتسكن ادم

جب اللہ تعالیٰ نے حواء کو پیدا کیا تا کہ آدم علیہ السلام سکون پائیں تو بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔

جب اماں حوا پر حمل کا اثر رونما ہوا تو ان ایام میں شکموں سے چالیس ۴۰ جوڑا جوڑا ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ صرف ایک صاحبزادہ بنام شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ

نے آدم کے بعد منصب نبوت سے سرفراز کیا۔

فلما توفی آدم علیہ السلام کان شیث علیہ السلام وصیاً علی اولاد آدم ثم اوصیٰ شیث ولدہٗ بوصیتہ آدم ان لا یضع ھذہ النور الا فی المطھرات من النساء ثم لم یزل ھذہ الوصیۃ من قرن الیٰ قرن الیٰ اَنْ ادی اللہ تعالیٰ النور الیٰ عبدالمطلب وولدہ عبداللہ (مواھب اللدنیہ ص ۱۲، ج ۱)

ترجمہ: جب تقدیر ربانی سے آدم علیہ السلام کی وفات شریف واقع ہوئی پھر آپ کی اولاد گرامی سے حضرت شیث علیہ السلام وصی مقرر ہوئے پھر آپ نے بھی اپنے بیٹے کو آدم علیہ السلام کی وصیت سے خبردار کیا اور تاکید کی کہ اے میرے نور نظر اور لخت جگر آگاہ رہو کہ اس نور مبارک کو پاکیزہ عورتوں کے بطون میں بوجہ حلال سپرد کریں پھر یہ وصیت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک متواتر جاری رہا۔ یہاں تک کہ خداوند کریم رؤف الرحیم نے اس مبارک نور کو حضور پرنور کے جداعلیٰ عبدالمطلب اور ان کی اولاد گرامی سیدنا حضرت عبداللہ والد ماجد آنحضرت ﷺ کے یہ نور انور سپرد کیا۔

یا رب صل وسلم دائما ابداً
علیٰ روح النبی بدر الادجیٰ محمدی

ایضاً

معارج النبوۃ ص ۲۴۰ جلد اول۔

چوں انوش بحد بلوغ رسید۔ شیث علیہ السلام اورا نجواند۔ گفت اے پسر من پدر من مہتر آدم از برائے حفاظت ایں نور گرامی عہد و میثاق از من بستید۔ من نیز ایں عہد و میثاق را از تو مے ستانم کہ در غیر معصومات واضع ایں نور کنی۔ انوش قبول نمود۔

ترجمہ: جس وقت انوش حدِ بلوغت کو پہنچا۔ ایک روز شیث علیہ السلام نے اس کو بلا کر کہا۔ اے

میرے نور نظر میرے والد محترم! سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے مجھ سے اس نور محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی نگہبانی کے لئے عہد واقرار لیا تھا۔ آج میں بھی حسب وصیت پدر خود تجھ سے یہ عہد واقرار لیتا ہوں۔ خبردار کہ اس نور گرامی کو عصمت فروش مستورات کے ارحام میں سپرد نہ کریں۔ انوش نے بسروچشم اس وصیت کو منظور کیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲)

اس مضمون کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب ''آدم تا ابندم'' میں ملاحظہ فرمائیں اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے نہ صرف آباؤ واجداد و امہات بلکہ جملہ کائنات حضور سرور موجودات ﷺ کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہے۔

جملہ علمائے محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس نور کی منتقلی کے قصہ سے اپنی تصنیفات میں آباؤ وامہات کے ایماندار ہونے پر استدلال کیا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ۔۔۔۔۔کا تمام سلسلہ نسب جملہ رجال ونساء تا سیدنا آدم علیہ السلام وام المومنین سیدۃ النساء حواء علیہا السلام تک سب کا دولت وسعادتِ ایمان سے ممتاز ومکرم ہونا بیان کیا ہے۔ اکثر نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس واقعہ کو حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بابیات ذیل نظم کیا ہے۔

تنقل احمد نور عظیم
تلاء تلاء فیجبین ساجدینا
تقلب فھم قرناً بعد قرن
الیٰ ان جاء خیر المرسلینا

قاضی عیاض کا ارشاد

کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ جلد اول ص ۱۳۲ میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ اَھْبَطَنِیْ فِیْ صُلْبِہٖ اِلَی الْاَرْضِ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِیْنَۃِ وَقَذَفَنِیْ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاھِیْمَ ثُمَّ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْکَرِیْمَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ حَتّٰی خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیْ لَمْ

یَلْتَقِیَا عَلیٰ سَفَاحٍ قَطُّ وَإلیٰ ھٰذَا اَشَارَ عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فِی قَصِیْدَتِہٖ

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا۔ پھر مجھے مہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا۔ بعدازاں مجھے نارنمرودی میں ڈالا گیا۔ درآنحالیکہ میں سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مصفی مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے دار دنیا میں تولد پذیر ہوا۔ کہ کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا۔ اس بات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے۔ قصیدہ عباسیہ فقیر کی کتاب "آدم تا ایندم" میں ہے۔

علماء کرام نے فرمایا

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ:

ان الاحادیث الصحیحۃ دلت علیٰ ان کل اصل من اصول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم من آدم الیٰ ابیہ عبداللہ ھو افضل اھل قرنہ ولا احد فی قرنہ ذالک افضل و خیرا منہ ان الاحادیث والاخبار والاثار دلت علیٰ انہ تخل الارض من عھد نوح وآدم الیٰ بعثۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان تقوم الساعۃ من ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ ویوحدونہٗ وبھم تحفظ الارض لولاھم لھلکت الارض ومن علیھا واذا قرنت بین ھاتین المقدمتین انتج منھما بان اٰباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیھم مشرک لانہٗ قدثبت فی کل نصان انھم خیر قرنہ فان کان الناس علی الفطرۃ ھم اٰباءھم فھو المدعیٰ فان کان غیرھم خیر منھم وھم علیٰ شرک لزم احد الامرین اِمّا ان یکون المشرک خیرًا من المسلم وھو باطل بالاجماع واِمّا غیرھم خیر منھم وھو باطل لمخالفۃ الاحادیث الصحیحۃ فوجب ان لا یکون منھم مشرکا لیکونوا خیر اھل الارض فی کل قرنہ (مسالک الحنفاء ص ۱۹ والدرج المنیفہ ص ۱۳)

ترجمہ: احادیث صحیحہ اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے جملہ آباؤ واجداد آدم صفی

اللہ سے لے کر سیدنا عبداللہ حضور پورنور ﷺ کے والدِ ماجد تک تمام لوگ اپنے اپنے اہلِ زمانہ سے بہترین اشخاص میں سے تھے۔ کوئی دوسرا شخص ان کے زمانہ میں ان سے افضل واکرم نہ تھا۔ احادیث واخبار وآثار دلالت کرتے ہیں کہ زمانہ نوح علیہ السلام اور ابوالبشر سیدنا آدم خلیفۃ اللہ سے لے کر آنحضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت تک اور قیامت تک ہرگز زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہی جو لہٰذا فطرت پر قائم ہوں۔ جو ہمیشہ عبادت گزار ہوں اور توحیدِ الٰہی کا اقرار کنندہ ہوں اوران کی طفیل اہل زمین کی نگہبانی کی جاتی ہو۔ اگر ایسے لوگ فرمانبردار ہر عصر میں موجود نہ ہوتے تو تمام روئے زمین اور اہلیانِ زمین بالکل تباہ وبرباد ہو جاتے۔ جب درمیان ان ہر دو مقدمات کے تطبیق دی جائے تو صاف صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے باپ دادوں سے کوئی شخص مشرک کافر نہ تھا۔ وجہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں کا اپنے جملہ معاصرین سے افضل وارفع ہونا ثابت ہے اگر دیگر لوگ توحید پر قائم اور خدا پرست تھے تو یہی لوگ ان سب کے آباؤ واجداد میں سے تھے پھر اگر دوسرے لوگوں کو ان سے بہتر تصور کیا جاوے اور ان کو کافر ومشرک قرار دیا جاوے۔ تو پھر ان دو باتوں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۱)۔ ہر ایک کافر ومشرک کو مسلم سے بہتر ماننا پڑے گا۔ یہ بات بالکل غلط اور پایہ اعتبار سے ساقط اور اجماع کے برخلاف ہوگی۔ کوئی کافر ومشرک مسلمان سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

(۲) یہ بات ناممکن ومحال ہے کہ ان سے دوسرے لوگ افضل ہوں تو یہ بات احادیث واخبار صحیحہ کے برخلاف ہونے سے باطل ہے۔ بہرکیف یہ بات واجب التسلیم اور قابل قبول ہوگی کہ کوئی شخص ان میں سے کافر ومشرک تصور نہ ہو۔ تاکہ وہ لوگ ہر عصر سے اپنے معاصرین سے افضل و اشرف تسلیم کئے جائیں۔

احادیث نسب

علمائے کرام ومحدثین عظام نے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم شفیع معظم ﷺ کے آباء وامہات کا ایمان احادیث نسب سے بھی ثابت کیا ہے وہ احادیث بطور نمونہ حاضر ہیں۔

۵۔ بیہقی اور ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ خَلْقَہٗ فَاخْتَارَ مِنْہُ بَنِیْ اٰدَمَ فَاخْتَارَ مِنْھُمُ الْعَرَبَ ثُمَّ اخْتَارَ

نَبِیْ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ اَزَلْ خِیَارًا مِّنْ خِیَارِکُمْ اَلَا مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِیْ

اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِیْ اَبْغَضَھُمْ۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ تو ان سب میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر آدم کی تمام اولاد سے اہل عرب کو منتخب کیا۔ پھر مجھے اہل عرب سے برگزیدہ اور پسند کیا۔ میں ہمیشہ ہر عصر میں ہر انتخاب میں سب سے بہترین گروہ میں نامزد ہوتا رہا ہوں۔ خبردار جو شخص اہل عرب سے محبت، دوستی اختیار کرے، میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت و پیار رکھے اور جو شخص ان سے بغض و عداوت کو اختیار کرے۔ وہ بھی میری عداوت کی وجہ سے ان کو دشمن تصور کرے۔

۶ بیہقی اور ابن عساکر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِیْ خَیْرِھِمَا فَاُ

خْرِجْتُ بَیْنَ اَبَوَیَّ فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِّنْ وِلَادَۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ خَرَجْتُ مِنْ

نِّکَاحٍ وَّلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ

وَاَنَا خَیْرُکُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُکُمْ اَبًا۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ نہیں جدا کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دو گروہوں میں مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہترین جماعت میں مقرر کیا ہے میں اپنے والدین سے تولد پذیر ہوا ہوں مجھے رسوم جاہلیت سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتا رہا ہوں نہ کہ سفاح سے۔ زمانہ آدم سے لے کر اپنے والدین تک میں سب لوگوں سے شرافت ذاتی اور وجاہت، جلالتِ خاندانی کے لحاظ سے بزرگ ترین خلائق سے ہوں۔

محمد عربی کہ آبرو ہر دوسرا ست

کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو

ترمذی نے سیدنا حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

عَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّہٗ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا

فَقَامَ النَّبِیُّ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ

بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ

ھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ

فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بُیُوْتًا

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا۔ (مشکوۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین الفصل الثانی)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا مجھ کو ان سے بہترین جماعت میں شامل کیا۔ پھر جب ان کے قبائل مقرر کیے۔ مجھے ان سب سے بہترین قبیلہ میں مقرر کیا۔ پھر جب کہ گھرانے مقرر کیے مجھے ان سب سے اعلیٰ خاندان میں مبعوث کیا۔ میں تمام لوگوں سے از روئے ذات عالی اور شرافتِ خاندانی کے افضل و بلند پایہ ہوں۔

کَمْ اَبٍ عَلَا بِابْنٍ ذِیْ شَرَفٍ

کَمَا عَلَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَدْنَانُ

ترجمہ: بہت سے باپ بزرگی والے بیٹوں سے شرافت پاجاتے ہیں۔

جیسے عدنان کو حضور ﷺ سے شرافت نصیب ہوئی۔

یہ وہ دلائل ہیں جن سے عمومی طور پر ہر ذی الفہم صحیح الدماغ شخص آباؤ و امہاتِ حضور ﷺ کے ایمان و اسلام کو بلا تامل سمجھ سکتا ہے۔ اب تصریحات پیش کرتا ہوں تا کہ غبی المزاج اور ضعیف العقل بھی سمجھ سکیں۔ لیکن ازل سے قسمت کا مارا نہیں سمجھے گا۔ اور نہ ہی اسے سمجھانا مطلوب ہے۔

(بیده الهداية والتوفيق)

صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔

انشاء اللہ تعالیٰ مومن کے لئے موجب تسکین ہوگا۔ لیکن منکر کو منوانا ہمارے بس سے باہر ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے تو امید ہو سکتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے معجزے سے یقین ہوتا ہے کہ ہمیشہ محروم ہی رہیں گے ان کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ لوگ اسلام سے ایسے بری طرح نکل گئے ہیں کہ اب ان کی واپسی ناممکن ہے تفصیل دیکھیے فقیر کی تصنیف محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی وہابی دیوبندی کی نشانی۔

نوٹ: عمومی دلائل کے بعد اب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی تصریح ملاحظہ ہو:

ایمان عبدالمطلب کے دلائل وتصریحات:

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بتوں کی پرستش ترک کردی تھی۔ اور توحید الٰہی کے قائل ہو گئے تھے۔ قرآن مجید کے نزول سے پہلے بہت سے طریقے مروج تھے جنھیں اسلام نے ابتدائی دور میں جائز رکھ کر بعد کو ناجائز کیا۔ جو قرآن مجید کی آیات کے علاوہ احادیث نبویہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مثلاً نذر کا ایفاء، محارم کے نکاح کی ممانعت، چور کا ہاتھ کاٹنا، زندہ درگور کے قتل کی نہی، شراب وزنا کی حرمت، بیت اللہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرنا۔ (کذا فی سبط ابن الجوزی)

ان میں بعض وہ وجوہ ہیں جو ابتداء میں حرام تھے اور کچھ بعد کو حرام ہوئے۔

۲۔ ابکار الافکار فی مشکل الاخبار میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اکثر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے اور انہی کے احکام پر عبادت الٰہی بجالاتے۔ بعض مسائل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیروکار تھے۔

ہمارے نبی پاک ﷺ کی نبوت کے بھی منکر نہیں تھے۔ علاوہ ازیں اس وقت حضور سرور عالم ﷺ نے اعلان نبوت بھی نہیں فرمایا تھا۔

۳۔ قاعدہ شرعیہ ہے کہ زمانہ فترت میں جو لوگ فوت ہوئے انہیں کافر نہیں کہا جا سکتا۔ روح البیان جب تک کسی کے کفر و شرک کی تصریح نہ ہو جیسے ابو طالب کے بخاری شریف ان کے انکار از کلمہ اسلام کی تصریح ہے اس کو کافر نہیں کہہ سکتے صرف اسی ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۶ ربیع الاول شریف ۱۴۲۹ھ
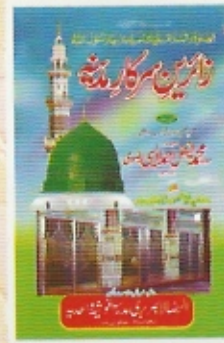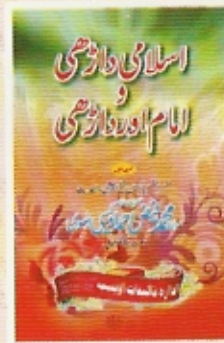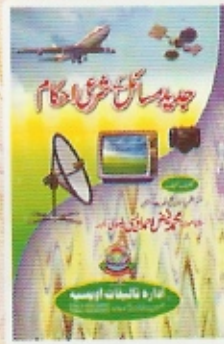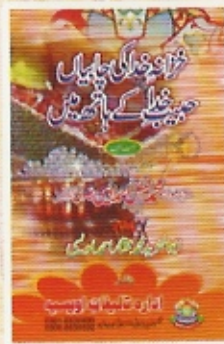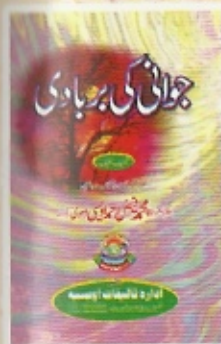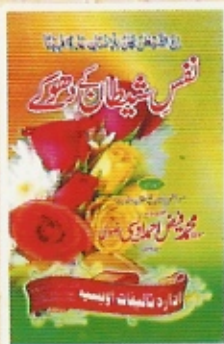
برائے رابطہ

سیرانی کتاب گھر

ماڈل ٹاؤن "بی" نزد سیرانی مسجد بہاولپور

موبائل: 0321-6820870